شدّ الوثاق لمن حلّ نطاق الطلاق

قانون اسلامی میں ترمیم وتبدیل مسلمانوں کے لیے
ناقابل قبول

طلقات ثلاث اور طلاق سکران
عقلی ونقلی دلائل کی روشنی میں

مُصلح اَخلاف، ترجمان اسلاف، فقیہ احناف

ابو القلم حضرت مولانا مفتی عبد القدوس رومیؔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مفتی شہر آگرہ

باہتمام - مجمع الفقہ الحنفی (الہند)

شدّ الوثاق لمن حلّ نطاق الطلاق

قانونِ اسلامی میں ترمیم وتبدیل
مسلمانوں کے لیے ناقابلِ قبول

❊❊❊❊❊

طلقاتِ ثلاث اور طلاقِ سکران
عقلی ونقلی دلائل کی روشنی میں

مُصلحِ اَخلاف، ترجمانِ اسلاف، فقیہِ احناف

ابُوالقلم حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومیؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مفتی شہر آگرہ

باھتمام

مجمع الفقہ الحنفی (الھند)

تفصیلات

نام کتاب : قانون اسلامی میں ترمیم وتبدیل مسلمانوں کے لیے نا قابل قبول

و

طلقاتِ ثلاث اور طلاقِ سکران- عقلی ونقلی دلائل کی روشنی میں

افادات : ترجمان حق حضرت مولانا مفتی عبد القدوس رومی رحمۃ اللہ علیہ

مطبوعہ : ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰۱۸ء

تعداد : ۱۰۰۰

رابطہ: : +91-9358402797

ای میل majdulquddoos@gmail.com

باہتمام : مجمع الفقہ الحنفی

۹ / ۶۵۴، دارالافتاء، محلہ مفتی، شہر سہارن پور (یوپی) ۲۴۷۰۰۱

ناشر : مجلس ترجمان حق

۱۸ / ۱۴، میاں نظیر مارگ، تاج گنج، آگرہ (یوپی) ۲۸۲۰۰۱

صفحات : ۶۴

کمپوزنگ : حمد القدوس

سیٹنگ : محمد مہر علی قاسمی (دھنباد جھارکھنڈ) جامعہ اکل کوا

قیمت :

ملنے کے پتے

❁ کتب خانہ امداد الغرباء، سہارن پور ❁ مکتبہ حکیم الامت، سہارن پور

❁ مکتبہ اتحاد، دیوبند ❁ مکتبہ مدنیہ، دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید نگارش

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو
مجھ سے سنو جو گوشِ حقیقت نیوش ہے

ترجمان حق حضرت والدی مولانا مفتی عبدالقدوس رومیؔ صاحبؒ (سابق رکن اساسی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ) نے اپنے استعفا نامہ میں تحریر فرمایا تھا: ’’آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ایک اجلاس میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ دینیات سے وابستہ ایک پروفیسر......صاحب نے حاضرین اجلاس کی توجہ ایک ایسے نکتہ کی طرف پھیر دی جسے ’’شوشہ چھوڑنا‘‘ ہی کہنا مناسب ہوگا، موصوف نے فرمایا تھا کہ مسلمانوں کے عائلی مسائل سے متعلق جو صورت حال ہمارے سامنے آرہی ہے اسے دیکھتے ہوئے جہاں ہم حکومت سے معارضہ ومزاحمت کی راہ اپنا رہے ہیں، وہیں اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ہم کتب فقہ میں مذکور اپنے عائلی مسائل پر بھی اصلاحی نظر ڈالیں اور جن مسائل میں اغیار و حکومت کو مطمئن کرنے کی صورت نکل سکتی ہو ان میں ہم خود ہی کیوں نہ ترمیم و اصلاح کرتے ہوئے اپنے مسائل کو حل کرلیں؛ تاکہ اغیار وحکومت کے ساتھ معارضہ ومنازعت کے امکانات کم سے کم ہوجائیں‘‘۔

چناں چہ پروفیسر صاحب کے اس نہایت معقول مشورہ پر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے عمل درآمد شروع کر دیا اور اپنی راہِ عمل تبدیل کر دی اور اب اپنے بنیادی موقف پر قائم نہیں رہ سکا ہے، اس نے دوسروں کے اعتراضات سے مرعوب ومغلوب ہوکر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے ذریعہ یہ ظاہر کر دیا ہے کہ یہاں اب تک جو فقہ حنفی زیرِ عمل رہا وہ اسلامی نہیں تھا؛ بل کہ اس کے نائب صدر نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ ''کوئی خاص فقہی مسلک شریعت اسلام کے بالکل مرادف نہیں ہے'' اور ''کسی ایک خاص فقہی مسلک کو کل شریعت سمجھنا درست نہیں''۔ انا للہ!

سنتے ہیں قسطنطنیہ سے خلیفہ رخصت
اور کالج سے امام ابوحنیفہ رخصت

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سابق صدر اور اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے بانی مولانا مجاہدالاسلام قاسمی مرحوم اور ان کے عزیز وتلمیذ ومعتمد علیہ، بورڈ کے موجودہ سیکریٹری، اسلامک فقہ اکیڈمی کے قائد وروحِ رواں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے مسلمانان ہند کو طلاقِ غضبان اور طلاقِ سکران کے متعلق جمہور اہل سنت وجماعت کے طے شدہ فتوے اور فیصلے کے برخلاف روافض وظواہر کے مسلک کو اختیار کرنے کی ترغیب دے دی۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے ''جدید فقہی مسائل'' حصہ دوم میں لکھا تھا کہ ''قریب قریب پورے ملک کا عرف یہی ہے کہ لوگوں نے ناواقفیت کی وجہ سے یہ سمجھ رکھا ہے کہ جب تک تین بار طلاق کا لفظ نہ استعمال کیا جائے طلاق واقع ہی نہ ہوگی۔''

حالاں کہ عرفِ عوام یہ ہے کہ انھوں نے پوری واقفیت کے ساتھ یہ سمجھ رکھا ہے کہ جب تک تین بار طلاق کا لفظ استعمال نہ کیا جائے اُس وقت تک ناہنجار بیوی سے چھٹکارا مل ہی نہیں سکتا؛ اسی لیے وہ بیک وقت تین طلاق دیتے ہیں۔

اوراب تو مولانا رحمانی موصوف اخبارات میں یہ تحریر فرمارہے ہیں کہ

''کسی خاص مسئلہ (طلاق) میں اگر دوسرے مسلک فقہی (مسلک روافض و ظواہر) کو قبول کرلیا جائے تو طلاق واقع ہونے کا تناسب کم ہوسکتا ہے''۔

یہ عجیب وغریب اَپ ٹو ڈیٹ اجتہاد ہے کہ معصیت کو طاعت قرار دے دیجیے تو فی الفور حرام، حلال ہوجائے گا؛ حالاں کہ اس فکر وعمل کا نہ تدین سے تعلق ہے نہ تفقہ و تصلب سے، علم وعقل اور مشاہدہ وتجربہ رکھنے والے جانتے ہیں کہ اِس وقت پوری دنیا میں کفر وشرک، دہریت وردّت، الحاد وزندقہ، بدعت ومعصیت، جہالت وحماقت کا شیوع ہے لہٰذا مولانا موصوف کے مجوزہ اصول کا تقاضا یہ ہوگا کہ ایسی صورت حال میں جب کہ معصیت کو طاعت، حرام کو حلال، گناہ کو ثواب، بدعت کو سنت، کفر کو اسلام قرار دینے کی فکر و کوشش عالمی پیمانہ پر کی جارہی ہے، اس کے لیے پہلے یہ لازم وضروری ہے کہ تعریفات تبدیل کردی جائیں تو ایسے مجتہدانہ اصول کے اختیار کرلینے سے ''شیاطینِ عالم'' سے معارضہ اور مزاحمت ومنازعت کا تناسب بہت کم ہوجائے گا؛ بل کہ بالکلیہ ختم ہوجائے گا۔

ع بریں عقل ودانش بباید گریست

والدی حضرت ترجمان حق علیہ الرحمہ کی خدمت میں اوائل جنوری ۲۰۰۱ء میں کمیشن برائے خواتین کے افسر قانون کا ایک استفسار مسئلہ طلاق ثلاث میں ترمیم وتبدیل سے متعلق آیا تھا اور مئی ۲۰۰۴ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے ایک محترم پروفیسر صاحب کا استفسار ''طلاق سکران'' کے بارے میں موصول ہوا تھا، دونوں استفسارات کے جوابات اُسی زمانہ میں شائع بھی ہوئے تھے؛ مگر اب اِس وقت سرکاری ''طلاق بل'' کے سامنے آنے پر ارباب حل وعقد، عدالت، ذرائع ابلاغ کے طرزِ فکر وعمل کے ساتھ ساتھ آل

انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، اسلامک فقہ اکیڈمی آف انڈیا کے بعض اہم ذمہ داران کے بیانات پڑھ کر ضرورت محسوس ہوئی کہ اِن دونوں رسالوں کی دوبارہ اشاعت کردی جائے۔

اللہ تعالیٰ مجمع الفقہ الحنفی (الہند) کی اس سعی کو مقبول ومفید بنا کر اخلاص کے ساتھ عمل کرنے والوں کے لیے چشم کشا اور رہنمائی کا ذریعہ بنائیں اور مسلمانان اہل سنت و جماعت خصوصاً حنفی حضرات کو اپنے دین و مذہب اور مسلک پر ہمت کے ساتھ استقامت بخشے۔ آمین!

مجد القدوس خبیب رومی

دارالافتاء مدرسہ عربی مظاہر علوم سہارن پور

۱۰ر جمادی الآخرۃ ۱۴۳۹ھ، ۲۷ر فروری ۲۰۱۸ء

اللہ تعالیٰ کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ (قرآن مجید)

کمیشن برائے خواتین کے افسر قانون کے ذریعہ جاری کردہ
گشتی مراسلہ کا مکمل، مدلل اور مفصل جواب

قانونِ اسلامی میں ترمیم وتبدیل
مسلمانوں کے لیے ناقابل قبول

مُصلحِ اَخلاف، ترجمانِ اسلاف، فقیہ احناف
ابُوالقلم حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومیؔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مفتی شہر آگرہ

باھتمام
مجمع الفقہ الحنفی (الھند)

نام کتاب:

قانون اسلامی میں ترمیم وتبدیل مسلمانوں کے لیے نا قابل قبول!

ازقلم:

ترجمان حق حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومیؒ رحمۃ اللہ علیہ

طبع اول : ۲۰۰۱ء

طبع دوم : ۲۰۱۷ء

طبع سوم : ۲۰۱۸ء

صفحات : ۲۶

باہتمام : مجمع الفقہ الحنفی

۹ / ۶۵۴، دارالافتاء، محلہ مفتی شہر سہارن پور، ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

گورنمنٹ آف انڈیا
نیشنل کمیشن برائے خواتین
دین دیال اپادھیائے مارگ، نئی دہلی۔ ۴
ایس۔ایم۔عمران علی (افسر قانون)
ٹیلیفون نمبر: ۳۲۱۳۴۸۵
فیکس نمبر: ۳۲۳۶۱۵۴

۸ر جنوری ۲۰۰۱ء

(NCWL)-2000/678

مفتی عبدالقدوس رومی مفتی شہر جامع مسجد، آگرہ، یوپی

محترم! مسلمانوں کے درمیان طلاق دینے کا رواج ہمیشہ بحث اور سوالات کا موضوع رہا ہے، اسکالرس یعنی علما کے نزدیک اصل اسلامی قانون (شریعت) میں ایسی طلاق (یعنی تین طلاق) کے لیے کوئی فقہی دفعہ (جواز) نہیں ہے، تین طلاق دینے کا رواج ابتداءً انتہائی شدید حالات (آخری درجہ) میں قابل استعمال مانا گیا تھا، بہرحال یہ رواج انجام کار فوری طلاق دینے کا ایک ذریعہ بن گیا باوجودیکہ قرآن اور حدیث صاف صاف حکم دیتے ہیں انتہائی احتیاط اور ضبط کا ایسا قدم اٹھانے سے پہلے۔

اس کمیشن نے ماضی میں اقلیتی عورتوں کی موجودہ صورت حال پر کام کیا ہے اس کا جائزہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اسلامی قانون میں طلاق کے مسائل کے جو روادارانہ اور فراخ دلانہ حل موجود ہیں ایک طبقے کے لوگ ان کا غلط استعمال کررہے ہیں عورتوں پر ظلم کرنے کے لیے، کمیشن نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو مسلم میرج لا (مسلم شادی قانون) میں ترمیم کرنی چاہیے؛ تاکہ عورتوں پر مظالم میں کمی لائی جاسکے۔

مندرجہ بالا صورتِ حال کے پیشِ نظر کمیشن کا قانونی شعبہ ملکی سطح پر اِس موضوع پر اظہارِ خیال اور رائے شماری کرانے کی تیاری کر رہا ہے، ایک سوال نامہ تیار کیا گیا ہے جو اس خط کے ساتھ منسلک ہے۔

میں یہ خط آپ کو لکھ رہا ہوں یہ درخواست کرنے کے لیے کہ آپ مہربانی فرما کر سوال نامے کے موضوعات پر اظہارِ خیال کریں، آپ سے درخواست ہے کہ اس سوال نامے کو مکمل کر کے ایک مہینہ کے اندر مجھے واپس بھیج دیں۔

آپ کا مخلص

ایس۔ایم۔عمران علی

سوال نامہ

۱۔ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ اسلامی قانون جو شادی، طلاق اور وراثت سے متعلق ہے، اس کی دفعہ بندی (قانونی شکل میں) کی ضرورت ہے؟ اگر ضرورت نہیں تو اس کے اسباب مہربانی فرما کر بتائیں؟

۲۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ فوری طور پر تین طلاق دینا (طلاقِ بدعت) ایک مذموم ومکروہ رواج ہے اور کیا آپ کا یہ خیال احکامِ قرآن اور سنّتِ رسول سے ہم آہنگ ہے؟

۳۔ پاکستان میں ایک شوہر کو طلاق دینے کے فوراً بعد اس طلاق کے بارے میں شریعت کورٹ یا ان مسائل کو حل کرنے والی کونسل کو بذریعہ نوٹس اطلاع دینی پڑتی ہے، اس نوٹس کے نتیجے میں طلاق نوّے دن کے لیے منجمد ہو جاتی ہے اور اس وقفہ کے دوران کونسل مصالحت کرانے کی کوشش کرتی ہے، نوے دن گزرنے کے بعد طلاق واقع ہو جاتی ہے اگر مصالحت نہ ہو سکی۔ مزید برآں شوہر کو دوبارہ شادی کرنے کے لیے کونسل کو درخواست دینی پڑتی ہے جس میں ان حقیقی اسباب کو بیان کرنا پڑتا ہے جن کی وجہ سے وہ ایسا کرنا چاہتا ہے۔

(مسلم فیملی لا آرڈیننس ۱۹۶۱ء، گزٹ آف پاکستان ۲/مارچ ۱۹۶۱ء)

کیا ہندوستان میں عائلی قوانین کے تحت ایسی دفعات قائم کرنا پسندیدہ نہیں ہے؟

۴۔ کیا آپ متفق ہیں کہ شوہر اور بیوی کو نکاح کرنے اور نکاح کو فسخ کرنے کے یکساں اور مساوی حقوق حاصل ہوں؟

۵۔ اسلام میں شادی ایک مقدس عہد ہے اور اس عہد کو اسی وقت فسخ ہونا چاہیے جب یہ فسخ ناگزیر ہو جائے۔ تو کیوں نہ شوہر کے طلاق دینے کے حق کو بیوی کے ذریعہ طلاق دینے کی تصریح نکاح نامے میں ہی کر دی جائے؟

(حوالہ کے لیے دیکھیے: مسلم شادی فسخ کرنے کے ایکٹ ۱۹۳۹ء کے تحت)

٦۔ مسلم فسخ نکاح ایکٹ ۱۹۳۹ء کے تحت کسی ایک عورت کے طلاق دینے کے اس حق (تفویض طلاق) کے علاوہ ہندوستان میں بیوی خلع کے ذریعہ طلاق حاصل کر سکتی ہے جیسا کہ دوسرے ممالک میں بھی ہے تو کیا اس کو بھی مسلم فسخ نکاح ایکٹ ۱۹۳۹ء ریزی ڈیوری کلاز سیکشن ۲/دفعہ ۹/کے تحت لایا جا سکتا ہے؟

۷۔ ایک بیوی کے حق طلاق کے متعلق کیا ہماری عدالتیں پاکستان اور بنگلہ دیش کی عدالتوں کے اصلاحِ قوانین کی رِیس (نقل) نہیں کر سکتی ہیں۔ (خورشید بی بی کیس)؟

سوال نامہ کا جواب نامہ

(جواب-۱)

اسلام کے جملہ قوانین بہ شمول عائلی مسائل (احکام نکاح وطلاق ومیراث) کی دفعہ بندی کی جا چکی ہے؛ اس لیے مذہب اسلام کے جملہ قوانین کسی نئی دفعہ بندی کے محتاج قطعاً نہیں ہیں۔

(جواب-۲)

قرآن مجید کی آیت ۲۲۹ / سورہ بقرہ میں طلاق رجعی کی حد وتعداد دو تک بتائی گئی ہے، اس کے بعد آیت ۲۳۰ / میں تیسری طلاق کا دیا جانا بھی معلوم ہوتا ہے اور اس کے نتیجہ میں زوجین کا ایک دوسرے کے لیے قطعی حرام ہو جانا اور بغیر حلالہ کے حلال نہ ہونا بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بخاری ومسلم شریف کی روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضور اقدس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین طلاقوں کو نافذ فرماتے ہوئے زوجین کی علیحدگی ہی کا فیصلہ فرمایا۔ (حوالہ کے لیے دیکھیے بخاری: ص۷۹۱ و۸۰۳ / ج۲۔ مسلم: ص۴۷۶ / ج۱)

اس لیے اسلامی قانون کے مطابق تین طلاقیں بہر حال اور فی الفور نافذ ہوں گی۔ (انہیں منجمد کرنے کا فیصلہ عقل کے منجمد ہونے کا پتہ دیتا ہے!)

(جواب-۳)

ہم لوگ قرآن وسنت اور حضرات فقہائے راسخین کے مستنبط کردہ اجماعی احکام کے پابند ہیں، آسمانی قرآنی قانون میں انسانی عقلوں کی ناقص پیوند کاری کے نتیجہ میں تیار ہونے والے قوانین کو ہم قطعی طور پر غیر اسلامی اور ناقابل عمل مانتے ہیں۔

(جواب-۴)

مرد وعورت (شوہر وبیوی) انسان کی دو علیحدہ علیحدہ مختلف صنفیں ہیں، جن کی غرض تخلیق بھی بہت کچھ مختلف ہے، ان دونوں صنفوں میں ہرطرح کی یکسانیت ومساوات جب قدرت ہی نے نہیں رکھی ہے تو اس کا مطالبہ ایک ایسی بات کا مطالبہ ہے جو منشائے قدرت کے سراسر خلاف ہے، اس وجہ سے خلافِ شریعت بھی ہے۔

(جواب-۵)

اس سوال کے ذریعہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ شریعت نے طلاق کا حق جیسے مرد کو دیا ہے عورت کے لیے بھی ایسے کسی حق کی گنجائش نکال دی جائے، تو ظاہر ہے کہ یہ حق جب شریعت نے اس کی صِنفی وخِلقی کمزوری کو ملحوظ رکھتے ہوئے بہ شکل خُلع صرف آدھا حق دیا ہے، پورا کوئی دوسرا حق اُسے نہیں دیا جاسکتا ہے۔

(جواب-٦)

تفویضِ طلاق جزوی صورتِ مسئلہ ہے جو بصورتِ اضطرار، بوقتِ ضرورت عمل میں لائی جاسکتی ہے؛ لیکن اُسے نکاح میں جزوِ عقد بنا دینا صحیح نہیں ہوگا، اس سے دوسری مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں، پھر ان کے حل کی فکر کرنا پڑے گی۔

(جواب-۷)

اس کے جواب کے لیے اوپر جواب نمبر ۳/ کافی ہے۔ فقط، واللہ اعلم بالصواب!

عبدالقدوس رومیؔ

مفتی شہر جامع مسجد جہاں آرا، آگرہ

۳/ ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ، ۲۹/ جنوری ۲۰۰۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت گرامی جناب سید محمد عمران علی صاحب

افسر قانون، نیشنل کمیشن برائے خواتین، گورنمنٹ آف انڈیا

مکرم ومحترم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ مع سوالات منسلکہ مؤرخہ ۸/۱/۲۰۰۱، مؤرخہ ۱۰ جنوری کو آگرہ میں اُس وقت ملا جب میں اپنے وطن الہ آباد سے عید کی تعطیلات گزار کر وہاں پہنچا اس لیے کچھ تاخیر سے تو جناب کا گرامی نامہ ہی مجھ کو موصول ہوسکا۔

دوسری مزید تاخیر اس وجہ سے ہوئی کہ جناب کا گرامی نامہ بھی اور منسلکہ سوالات بھی انگریزی زبان میں تھے جن کی جواب دہی میرے لیے بہر حال مشکل تھی۔

''یہ لکھ کر سوالات واپس کر دینا کہ آپ کو کسی مولوی مفتی سے خط وکتابت کرنا ہو تو وہ کسی ایسی زبان میں ہونا چاہیے جس کے بارے میں آپ یقین رکھتے ہوں کہ وہ زبان مفتی کو آتی ہوگی'' مروت واخلاق کے خلاف سمجھ میں آیا، مجبوراً خط رکھ لیا کہ کوئی اچھا انگریزی داں مل جائے جو آپ کی صحیح ترجمانی اردو میں کر سکے۔ دو ایک دن اسی تلاش وجستجو میں لگ گئے اور آپ کا گرامی نامہ اور اس کے ساتھ منسلکہ سوالات مجھے اپنی مادری زبان میں پڑھنے کو مل گئے جس کی وجہ سے میرے لیے جواب دہی آسان ہوگئی۔ آج ۲۹/جنوری ۲۰۰۱ء کو اپنی جوابی معروضات جناب کو لکھ رہا ہوں۔

گرامی نامہ کی پیشانی پر لکھی ہوئی تفصیل سے جناب کے اسم گرامی کے ساتھ جناب کے منصبِ جلیل کا علم بھی حاصل ہوگیا؛ لیکن جناب سے متعلق علمی تفصیلات دریافت نہ ہوسکیں جس کی وجہ سے یہ اندازہ نہیں کیا جاسکا کہ اسلامی شریعت اور قانونِ اسلام کی واقفیت جناب کو کس ذریعہ اور کس طریقہ پر حاصل ہوئی ہے، جناب کا ذریعہ علم قانون اسلامی سے متعلق صرف انگریزی ہی کی کتب قانون رہی ہیں یا جناب کو شریعت اسلامیہ کے اصل مآخذ عربی کی کتب فقہ کے مطالعہ کا موقع بھی ملا ہے؟ یہ سوال اس لیے پیدا ہوا کہ جناب نے سوالات کے جو پہلو اٹھائے ہیں اُن سے اندازہ تو کچھ ایسا ہی ہوسکا ہے کہ حضرات فقہائے متقدمینؒ کی کتابوں کا مطالعہ تو خیر جناب نے شاید ہی کیا ہو، قرآن مجید اور کتب حدیث سے بھی کما حقہ واقفیت جناب کو حاصل نہیں ہوسکی ہے؛ ورنہ ایسے اہم معاملے کو آپ سرسری طور پر ہرگز نہ لیتے۔

اگر جناب نے قرآن مجید ہی کا مطالعہ غور وخوض کے ساتھ کیا ہوتو یقیناً جناب کی نظر میں قرآن مجید کی آیاتِ ذیل ہوتیں اوران سے اثر پذیری کی جھلکیاں جناب کی تحریر میں چھپی نہ رہ سکتیں:

۱۔ ﴿لَاتَبدِیلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ ط الآیۃ﴾ (آیۃ: ٦٤، سورۃ یونس)

۲۔ ﴿اِنَّ الدِّینَ عِندَاللّٰہِ الْاِسْلَام ط الآیۃ﴾ (آیۃ: ۱۹، سورۃ آل عمران)

۳۔ ﴿وَمَن یَّبتَغِ غَیرَ الاِسْلَامِ دِیناً فَلَن یُّقْبَلَ مِنہُ ط الآیۃ﴾

(آیۃ: ۸۵، سورۃ آل عمران)

۴۔ ﴿وَمَن یُّشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَیَّنَ لَہُ الْھُدیٰ وَیَتَّبِعْ غَیرَ سَبِیلِ الْمُؤمِنِینَ نُوَلِّہٖ مَاتَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ ط وَسَآءَتْ مَصِیراً ۝﴾ (آیۃ: ۱۱۵، سورۃ النساء)

۵۔ ﴿اَلیَومَ أکمَلتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُم نِعْمَتِی وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْإسْلَامَ دِیْناً، الآیة﴾ (آیۃ: ۳،سورۃ المائدۃ)

۶۔ ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإمْسَاکٌ بِمَعْرُوفٍ أو تَسْرِیْحٌ بِإحْسَانٍ ط الآیة﴾
(آیۃ: ۲۲۹،سورۃ البقرۃ)

۷۔ ﴿فَإنْ طَلَّقَهَا فَلَاتَحِلُّ لَهٗ مِنْ م بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوجاً غَیْرَهٗ ط الآیة﴾
(آیۃ: ۲۳۰، سورۃ البقرۃ)

قرآن مجید کی مذکورہ اخیر کی دو آیتوں میں طلاق رجعی کی حد وتعداد دو تک بتائی گئی ہے پھر آگے اگلی آیت میں یہ بھی واضح طور فرما دیا گیا ہے کہ دو طلاق کے بعد (خواہ اسی وقت خواہ بعد میں) اگر تیسری طلاق دے دی گئی تو عورت اس مرد پر اس وقت تک حرام رہے گی جب تک وہ (شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ پر) دوسرے شوہر سے بعد نکاح مصاحبت اور ہم بستری نہ کر لے گی۔

اسی طرح حدیث شریف سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ساتھ تین طلاقوں کے ناپسندیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ اسے جائز تسلیم کرتے ہوئے اسے عورت پر نافذ بھی کیا ہے اور زوجین میں جدائی کر دی ہے۔

اوپر کی پہلی پانچ آیات کی روشنی میں مندرجہ ذیل حقیقتیں اور ہدایتیں واضح طور پر متعین ہو جاتی ہیں:

(۱) قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس میں کوئی تبدیل وترمیم (کمی بیشی) کی گنجائش نہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی رہنمائی کے لیے جو دین مقرر کیا جا چکا ہے وہ صرف اسلام ہے۔

(۳) اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین و مذہب اللہ کے یہاں مقبول نہیں۔

(۴) طریقہ سنت اور جمہور علمائے دینؒ واصحاب ایمان کی شاہراہ سے ہٹ کر کوئی علیحدہ راہ نکالنا سخت ناپسندیدہ اور بڑی گمراہی ہے جس کا انجام دوزخ ہے۔

(۵) دینِ اسلام (اپنے تمام احکام اور جملہ دفعات کے ساتھ) مکمل ہو چکا ہے اور پورے طریقۂ زندگی کی نعمتِ رہنمائی تمام ہو چکی ہے اس میں کسی بھی قسم کا اضافہ اور ترمیم واصلاح کسی صاحبِ دین کے لیے متصور نہیں رہی ہے۔

قرآن مجید کی اِن ضروری واہم قابل توجہ ہدایات کی طرف جناب کی توجہ مبذول کرانے کے بعد جناب کے گرامی نامے کے مندرجات کا بقدرِ ضرورت جواب عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب نے جس سرسری اور چلتے ہوئے انداز میں چودہ سَو سال سے بھی زیادہ طویل اسلامی تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے طلقات ثلاثہ (طلاق بدعی) سے متعلق یہ تحریر فرمادیا ہے کہ ''تین طلاق دینے کا رواج وعمل ہمیشہ بحث ومباحثہ اور سوالات واعتراضات کا موضوع رہا ہے، اسکالرس یعنی علما کے نزدیک اصل اسلامی قانون (شریعت) میں ایسی طلاق کے لیے کوئی فقہی دفعہ موجود نہیں ہے''۔

جناب نے اپنے گرامی نامہ کی ان سطروں میں ایک بہت بڑا دعویٰ تو یہ فرمادیا کہ بہت سے لوگ جو آپ کی زبان میں ''اسکالر'' کہے جاتے ہیں اُن کے نزدیک اصل اسلامی قانون میں طلاق مغلظہ وبدعی کے لیے کوئی فقہی دفعہ موجود نہیں ہے؛ لیکن جناب نے یہ ضرورت مطلق محسوس نہیں کی کہ اپنے ان ''اسکالرس'' میں سے دو چار کے نام اور اُن کی اصل تحریروں کے کچھ حوالے بھی ہمارے علم میں لے آتے۔ جس سے کم از کم کچھ اندازہ تو

ہوجاتا کہ جناب کا یہ بہت بڑا دعویٰ (جو اپنے اندر شریعت اسلامیہ کے ناقص ہونے کا دعویٰ بھی چھپائے ہوئے ہے) جس بنیاد پر قائم ہے وہ مستحکم بھی ہے یا نہیں؟ جناب کے اس انداز سے ہمارے لیے کچھ اندازہ کرنا مشکل نہ رہ گیا کہ بھارت سرکار کا تشکیل کردہ ''نیشنل کمیشن برائے خواتین'' اپنے اصل منصوبہ ومقصد میں کس حد تک سنجیدہ اور واقعی طور پر فکر مند ہے۔!

گرامی نامے کے مندرجہ بالا اقتباس میں طلاق بدعی سے متعلق اسلامی قانون میں کوئی دفعہ نہ ہونے کا جو ذکر کیا گیا ہے یہ بات اگرچہ بالکل بے بنیاد اور خلاف واقعہ ہے؛ تاہم اس سے متعلق اپنی بات سوالات کے جوابات کے تحت عرض کردی گئی ہے۔

مندرجہ بالا اقتباس کے بعد ہی متصلاً جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ ''تین طلاق دینے کا رواج ابتداءً انتہائی شدید حالات میں قابل استعمال مانا گیا تھا بہرحال یہ رواج انجام کار فوری طلاق دینے کا ایک ذریعہ بن گیا''۔ اس کے بعد اگلے پیراگراف میں جناب فرماتے ہیں:

''کمیشن نے ماضی میں اقلیتی عورتوں کی موجودہ صورتِ حال پر کام کیا ہے اس کا جائزہ ظاہر کرتا ہے کہ اسلامی قانون میں طلاق کے مسائل کے جو روادارانہ اور فراخ دلانہ حل موجود ہیں ایک طبقہ کے لوگ ان کا غلط استعمال کررہے ہیں عورتوں پر ظلم کرنے کے لیے، کمیشن نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو ''مسلم میرج لا'' (مسلم شادی کے قانون) میں ترمیم کرنی چاہیے؛ تاکہ عورتوں پر مظالم میں کمی لائی جاسکے''۔

میں نیشنل کمیشن کے ذمہ داروں کے احساسِ ذمہ داری کا اخلاقی طور پر شکریہ ادا کرتے ہوئے نیک مقصد میں ان کی کامیابی کے لیے دعا گو بھی ہوں؛ لیکن اسی کے ساتھ

ساتھ بالکل صاف لفظوں میں اس معاملے سے متعلق چند حقائق بھی آپ حضرات کے سامنے رکھ دینا چاہتا ہوں۔

(۱) آپ حضرات جن تین طلاقوں کو آج کا مسئلہ سمجھ رہے ہیں یہ پوری معلومات نہ ہونے کا نتیجہ ہے، تین طلاقوں کا مسئلہ بہت پرانا مسئلہ ہے۔

''تفسیر ابن کثیرؒ'' کے مطابق اوپر نقل کی گئی آیات میں سے چھٹی آیت ﴿الطلاق مرّتان، الخ﴾ (آیت ۲۲۹، سورۂ بقرہ) کا منشائے نزول یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں (جب کہ شرعی احکام بہ تدریج نازل ہو رہے تھے اور قوانینِ شریعت کی تکمیل نہیں ہوئی تھی) صورتِ حال یہ تھی کہ کوئی کوئی شخص اپنی بیوی کو سَو سَو مرتبہ طلاق دے چکنے کے باوجود رُجوع کر لینے کا اپنے آپ کو حقدار سمجھتا رہتا تھا اور عدت کے اندر رجوع کر لیا کرتا تھا؛ لیکن یہ صورت چوں کہ عورتوں کے ضَرر و نقصانات پر مشتمل تھی کہ اگر بیوی ایسے ''طلاق باز'' شوہر سے اپنا پیچھا چھڑانا بھی چاہے تو نہیں چھڑا سکتی تھی؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آیتِ مذکورہ میں ''طلاق رجعی'' کی حد بندی کرتے ہوئے دو تک کی تعداد مقرر کر دی کہ دو طلاقوں تک ہی رجعت ہو سکتی ہے اس کے بعد رجعت کی حد بندی ختم ہو جاتی ہے۔

(اختصار تفسیر ابن کثیر: صفحہ ۶۱۰/ جلد اول ملاحظہ ہو)

لوگوں کے اسی ''طلاق بازی'' کے نتیجہ میں قرآن مجید نے اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے ارشاد و عمل کے ذریعہ طلاق سے متعلق احکام بیان فرما دیے جو مرتب طور پر موجود ہیں، یہ مسئلہ کسی زمانے میں تشنہ اور قانون سازی کا محتاج نہیں رہا۔

(۲) آج کل طلقات ثلاثہ کا جو رواج آپ کے پیشِ نظر ہے تو جس طرح آپ حضرات اُسے حل کرنے کے لیے مذہبِ اسلام کے قوانین میں تبدیل و ترمیم کی تجویزیں

سوچ رہے ہیں اسی طرح خود اِس موجودہ صورتِ حال کو تبدیل و درست کرنے کی بات کیوں نہیں سوچتے کہ یہ صورت بالکل اتفاق رائے سے قابل قبول ہو سکتی ہے، طلقاتِ ثلاثہ کے موجودہ رواج میں اچھا خاصہ دخل شعبۂ قانون کے فیض یافتہ وکیلوں کا بھی ہے۔

راقم السطور تقریباً تیس سال سے آگرہ کے دارالافتاء سے متعلق ہے اور عمر کے لحاظ سے تقریباً ساٹھ، ستر سال کی زندگی کا تجربہ و مشاہدہ رکھتا ہے جس کے نتیجہ میں یہ حقیقت اچھی طرح سامنے آ چکی ہے کہ طلاق ثلاثہ سے تعلق رکھنے والے ایسے واقعات جن کی وجہ سے نیشنل کمیشن کے ذمہ داروں نے اکثریتی طبقہ کی مظلوم عورتوں کو ظلم سے بچانے کے ساتھ اقلیتی فرقہ کی عورتوں کو بھی ظلم سے بچانے کا بیڑا اٹھالیا ہے، تو آپ کو اس کے ساتھ ہی یہ حقیقت بھی تسلیم کرنی چاہیے کہ یہ واقعات زیادہ تر ناخواندہ یا دینی تعلیم سے بے بہرہ لوگوں کے درمیان ہوتے ہیں اور ایسے لوگ اکثر و بیشتر طلاق نامہ خود نہیں لکھتے وہ سیدھے کسی وکیل کے پاس جاتے ہیں (کہ آئندہ نفقہ و مہر وغیرہ سے متعلق مقدمات میں اسی سے کام لینا ہوگا) اور پھر وکیل اپنے پڑھے اور رَٹے ہوئے طریقہ کے مطابق وہ طلاق نامہ لکھ دیتا ہے جو ہر صورت میں تین طلاقوں پر مشتمل ہی لکھا جاتا ہے؛ لہٰذا ضرورت تو اِس بات کی ہے کہ عام مسلمانوں کو ان مسائل و احکام سے باخبر کیا جائے اور عدالت میں وکالت کرنے والے وکیلوں کو اس کی ٹریننگ اور تربیت دی جائے کہ وہ طلاق کے مسائل اور معاشرہ کی نزاکتوں کو نظر میں رکھتے ہوئے طلاق ناموں کی ڈرافٹنگ کیا کریں۔

آپ کے اٹھائے ہوئے سوال سے متعلق یہ پہلو قابل غور اور لائق عمل ہے اس پر آسانی سے عمل کیا جا سکتا ہے اور اسلام جیسے آسان اور خدائی مذہب سے کسی چھیڑ چھاڑ کی نوبت بھی نہیں آئے گی؛ لیکن اگر خدانخواستہ کمیشن کا پس پردہ مقصد ہی کچھ اور ہو تو ایسے ایسے نمائشی سوالات کرنے سے کون روک سکتا ہے؟

جناب کے اطمینان کے لیے یہ بات صاف صاف لفظوں میں لکھ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مذہب اسلام اوراس کی شریعت کے تمام قوانین مرتب شکل میں نہ صرف موجود ہیں؛ بل کہ اس حیثیت میں موجود ہیں کہ اُن پر عمل درآمد قیامت تک ہوتا رہے گا۔

اسلامی تاریخ کی چودہ سو اکیس سالہ مستند شہادت موجود ہے کہ اس طویل مدت میں کسی بھی ایک سچے دین دار مسلمان کے خیال میں بھی یہ شیطانی وسوسہ جم نہیں سکا کہ اسلامی قانون کو کسی درجہ میں بھی اور کسی پہلو سے بھی قابل اصلاح کہا جا سکتا ہے۔

آپ کو یہ حقیقت ملحوظ رکھنی ہوگی کہ مسلم پرسنل لا بورڈ بھی اگر اپنے بنیادی مقصد سے ہٹ کر قانون میں تبدیلی کی راہ کسی وجہ سے اپنانا چاہتا ہے تو مسلم پرسنل لاء کے ارکان کے علاوہ دوسرے علمائے دین کے زیر اثر عام مسلمانوں کا بڑا طبقہ اُن سے بھی منحرف ہوجائے گا۔ جناب کے علم میں شاید یہ حقیقت نہ ہوگی کہ ہندوستان میں علمائے اسلام اور اہل سنت و جماعت کے معتبر اور فقہ حنفی کے مستند واقفین کی مجموعی تعداد سیکڑوں نہیں ہزاروں ہوگی، اس مجموعی تعداد کا بہت ہی محدود طبقہ مسلم پرسنل لا بورڈ میں شامل ہے اس تعداد سے کئی چند بڑھی ہوئی تعداد ان علما کی ہے جو گمنامی اور خاموشی کے ساتھ مدرسوں میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں یہ حضرات دربارِ سرکار سے علیحدہ رہنے میں ہی عافیت محسوس کرتے ہیں، ایسی صورت میں یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ آپ کے اِس منصوبے کا نتیجہ آپ کے حسب منشا شاید ہی نکل سکے؛ کیوں کہ پہلے تو یہی بات یقینی نہیں ہے کہ آپ حضرات مسلم پرسنل لا بورڈ کے ذریعہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں اور بالفرض اگر کسی ترکیب وتدبیر کے نتیجہ میں مسلم پرسنل لا بورڈ خدانخواستہ ایسا کوئی فیصلہ کر بھی دیتا ہے تو بورڈ سے غیر متعلق علمائے دین

ومفتیان شرعِ متین کی بہت بڑی تعداد اور ان کے زیرِ اثر مسلمانوں کا جم غفیر شریعتِ اسلامیہ کے طے شدہ احکام سے کسی قیمت پر بھی دست بردار نہ ہوسکے گا۔

ضمیمہ مکتوب:

علیحدہ طور پر آپ کے سوالاتِ منسلکہ کے بالکل مطابق اُن کے مختصر جوابات گزشتہ صفحات میں دے دیے گئے ہیں، اگر ضرورت سمجھیں تو انھیں جوابات کی اشاعت کی جاسکتی ہے، ذیل میں انھیں جوابات کو ضروری تشریح کے ساتھ خود جناب کے مطالعہ کے لیے بھیج رہا ہوں؛ تاکہ جناب کی نظر میں یہ تفصیلات بھی رہیں اور میری معروضات پوری طرح سمجھ میں آجائیں۔

(۱) اسلام ایک مکمل اور ابدی مذہب ہے، اس کی شریعت انسانوں کے لیے مکمل ضابطہ حیات رکھتی ہے، اسلامی شریعت میں زوجین کے لیے نکاح وطلاق سے متعلق جملہ قواعد مرتب موجود ہیں جن سے ماہر علمائے دین اچھی طرح واقف ہیں، اور جہاں کہیں بھی اسلامی شریعت اور خدا کے قانون کے مطابق نظامِ زندگی زیر عمل ہے وہاں ان کی دفعہ بندی بھی مرتب شکل میں موجود ہے اور دفعہ بندی ہندوستان میں بھی زیر عمل آسکتی ہے؛ مگر اس کے لیے یہ بات اس سے پہلے مرحلہ میں ہوجانی چاہیے کہ یہاں کی سیکولر (اور لامذہبی) حکومت مسلمانوں کے ان عائلی مسائل (فیملی لا) کے لیے ہندوستان میں اسلامی شرعی قاضیوں کا مستقل نظام قائم کر کے ہر جگہ شرعی قاضی مقرر کرے، اس ضروری بنیادی مرحلہ کے بعد یہاں کے قاضیوں اور قاضی القضاۃ کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ شریعتِ اسلامی کے قانون کو ان کی دفعہ بندی کے مطابق زیر عمل لائیں۔

اور چوں کہ یہ خالص مذہبی کام ہے جو صرف دین کے مستند اور پابندِ شریعت علمائے دین ہی کے ذریعہ انجام دیا جانا چاہیے اور حکومت کے ذمہ دار لوگ کمیٹی سے علیحدہ رہتے ہوئے اس کارروائی کی دیکھ بھال اور ان کی مطلوبہ ضروریات فراہم کریں؛ مگر اندرونی طور پر شریعت اسلامی میں وہ مداخلت سے دور رہیں۔

نکاح، طلاق اور وراثت کے مسائل واحکام قرآن وحدیث اور مستند راسخینِ علم کی تشریحات کتبِ فقہ میں موجود ہیں، ان سے متعلق قانون سازی ودفعہ بندی کا مرحلہ طے پا چکا ہے جس میں کسی اصلاح وترمیم یا صلاح ومشورہ کی مطلق ضرورت؛ بل کہ گنجائش ہی نہیں ہے، اسلامی قانون خالق کائنات کا بنایا ہوا قانون ہے جو انسان اور جملہ مخلوقات کا خالق ہونے کی حیثیت سے انسانی مزاج وطبیعت اور اس کی سِرِشت وفطرت میں موجود کمزوریوں سے بھی اچھی طرح واقف ہے، اس واقفیت کے نتیجہ میں اس نے انسانی فطرت اور اس کے نیچر کو علم میں رکھتے ہوئے اسلام کا ایسا دائمی وابدی قانون بنا دیا ہے جو مذہب اسلام کا پورا پورا ساتھ رہتی دنیا تک دے سکتا ہے۔

یہ قانون اب سے چودہ سَو اکیس سال پہلے دنیا پر اتارا گیا تھا جو کسی بنیادی اصلاح وترمیم کا محتاج آج تک نہیں ہوسکا ہے اور آیندہ بھی جب تک دنیا قائم رہے گی یہ قانون اسی طرح کامیابی کے ساتھ چلنے کی گارنٹی بھی رکھتا ہے۔

(۲) آپ کا دوسرا سوال جواب میں دو پہلو رکھتا ہے، سوال کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ بہ یک وقت تین طلاقیں (خواہ ایک ہی لفظ سے یا تین لفظوں میں) دینا مذموم وممنوع اور بدعت ہے یا نہیں۔ اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس طرح تین طلاق دینے پر تینوں ہی طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور زوجین میں جدائی لازمی ہوجائے گی یا نہیں؟ ان دونوں

سوالوں کے الگ الگ جواب بھی دو ہی ہیں؛ مگر اس سے پہلے آپ اصول فقہ کے اس اصل کو نظر میں رکھیں جو علمائے اصول نے بیان فرمایا ہے کہ: ''کسی کام کا حرام ہونا اس بات کی نفی نہیں کرتا کہ اس کے احکام بھی اس پر مرتب نہ ہوں''، مثلاً کسی شخص نے بندوق سے کسی کو قتل کر دیا تو اس کا قتل کرنا حرام و گناہ ہوا؛ لیکن وہ شخص مقتول ہو ہی جائے گا، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ قتل کرنا حرام و گناہ تھا؛ اس لیے وہ مقتول مَرا نہیں زندہ ہے، اسی طرح بیک وقت تین طلاقیں ممنوع و مذموم ہونے کے باوجود جب دیدی گئیں تو واقع ہو ہی جائیں گی اور منکوحہ (بیوی) مطلقہ ہوجائے گی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین طلاقوں کو نافذ فرمایا ہے اور زوجین میں جدائی کرادی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی اہلیہ کو ماہواری کے دنوں میں طلاق دے دی تھی (جو ممنوع تھی) اس کی اطلاع حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ ممنوع تھی؛ اس لیے نہیں واقع ہوئی؛ بل کہ آپؐ نے رجوع کا حکم دیا تو آپؓ نے رجوع کرلیا، اور پھر بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر میں نے تین طلاقیں دے دی ہوتیں تو کیا مجھے ان سے رجوع کا حق ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں پھر رجوع کا حق نہ ہوتا وہ تم سے جدا ہوجاتی اور ایک ساتھ تین طلاق دینے پر گناہ ہوتا، اسی طرح ایک دوسری روایت میں جو بخاری و مسلم میں موجود ہے حضرت عویمر عجلانیؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، آپؐ نے اُنھیں اس پر کوئی تنبیہ بھی نہیں فرمائی اور تین طلاقیں نافذ کر کے جدائی کرادی۔

(۳) آپ کا تیسرا سوال تو ہمارے نزدیک سِرے سے لائق توجہ اور قابلِ التفات ہی نہیں، اور یہ بات صاف طور پر آ چکی ہے کہ اسلام کا قانون ایک آسمانی قانون ہے جسے خالق کائنات خداوند تعالیٰ نے دنیا میں رہنے والے سارے ہی انسانوں کے لیے

تجویز فرمایا ہے، ایسی صورت میں کسی بھی مخلوق کو خواہ وہ کتنا ہی بڑا قابل وفاضل دانشور اور عقلمند کیوں نہ ہو یہ حق کسی طرح دے نہیں سکتے کہ وہ علم وعقل کی بنیاد پر- جو خدا تعالیٰ ہی کے بخشے اور دینے سے ملے ہیں- خدا تعالیٰ کے تجویز ومقرر کیے ہوئے قانون میں اصلاح وترمیم کی جرأت کرے اور خدائی قانون میں اپنے عقلی قانون کا پیوند لگا کر روحِ قانون کو بدلنے کی کوشش کرے، بجا طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ''کنٹمپٹ آف کورٹ'' کی اس سے بری اور بڑی دوسری کوئی مثال پیش ہی نہیں کی جاسکتی۔

خدا اور انسان میں رشتہ خالق ومخلوق اور حاکم ومحکوم کا رشتہ ہے، ان رشتوں میں باہمی تضاد بھی ہے کہ جو خالق وحاکم ہے وہ کسی قیمت پر مخلوق ومحکوم ہو ہی نہیں سکتا، ان دونوں میں اس درجہ کھلا ہوا فرق ہونے کے باوجود جناب ''پاکستانی اسکالروں'' اور دانشوروں کی ریس کرنے کی ہمیں تلقین کر رہے ہیں اور اسے قبول کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں، جب کہ آپ اپنے ہی ملک کی مختلف چھوٹی بڑی عدالتوں کے درمیان گنجائش ماننے اور اس کی اجازت دینے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ ملک کی کوئی چھوٹی عدالت، ہائی کورٹ کے فیصلہ کو مسترد کر دے یا کسی بھی صوبہ کا ہائی کورٹ سپریم کورٹ کے کسی فیصلہ کے خلاف کوئی فیصلہ کر دے اور اگر ایسا کرتی ہے تو آپ اس پر ''کنٹمپٹ آف کورٹ'' کا مقدمہ قائم کر کے اس جج کو سزا دلا سکتے ہیں۔

ایسی صورت میں خدائی عدالت کے ذریعہ بنائے گئے اسلام کے آسمانی قانون میں اصلاح وترمیم کے لیے ہم سے مشورہ کیا صرف اس وجہ سے لیا جا رہا ہے کہ یہاں دنیا میں خدائی عدالت کی نمائندہ عدالت موجود نہیں ہے جو اس ''کنٹمپٹ آف کورٹ'' کا فیصلہ کر سکے، غلط ہے یہ سوچ۔ خدائی عدالت دنیاوی عدالتوں کی طرح روز روز نہیں لگتی بار بار

تاریخیں نہیں پڑتیں خدائی عدالت کا ایک دن اور وقت مقرر ہے وہ اپنے وقت پر لگے گی ایسے بہت سے مقدموں کا فیصلہ مقررہ وقت پر ہوگا اور ضرور ہوگا جس کا یقین رکھنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے، اور الحمدللہ مجھے اس پر پورا یقین ہے جس کا گواہ جناب کو بھی بنا رہا ہوں۔

مذہب اسلام کے آسمانی قانون میں پوری زندگی کی رہنمائی کے لیے واضح ہدایات اور جامع قانون موجود ہے، وہی قوانین ہم مسلمانوں کے لیے کافی ہیں۔ پاکستان وبنگلہ دیش، مصر وترکستان؛ بل کہ خدانخواستہ اگر عرب ممالک مثلاً سعودی عرب، متحدہ عرب امارات وغیرہ میں سے کہیں بھی اصل اسلامی قوانین کی جگہ کوئی غیر اسلامی قانون کسی وجہ سے تبدیل ہوکر آجاتا ہے تو ہم اُسے بھی اسی طرح ناپسند کریں گے۔

(۴) چوتھے سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ شوہر اور بیوی میں دونوں کی مختلف جنسوں کا جو فرق ہے اُسے آپ دانستہ یا نادانستہ طور پر نظر انداز کر رہے ہیں؛ حالاں کہ ان دونوں کے مابین جنسی فرق زندگی کے مختلف مرحلوں اور میدانوں میں نمایاں ہے، اسی وجہ سے اسلامی قانون میں بھی ہر جگہ اس کو ملحوظ رکھا گیا ہے ان کے مابین جنسی فرق پر تفصیل سے روشنی ڈالنا کچھ مناسب نہ ہوگا؛ اس لیے اسے نظر انداز کرنا ہی بہتر ہے؛ لیکن اس موقع پر جناب سے یہ سوال ضرور کرنا چاہوں گا کہ جناب نے شاید تصویر کا ایک ہی رخ سامنے رکھا ہے۔

جناب آج شوہر اور بیوی میں یکسانیت وبرابری کا فیصلہ کردیں گے پھر کل سے شوہروں کا مطالبہ بھی ہوسکے گا کہ مہر کی رقم صرف مرد ہی پر کیوں لگائی گئی ہے؟ عورت بھی اپنے شوہر کو اسی طرح مہر کی رقم ادا کیا کرے جس طرح وہ مرد سے رقم وصول کرتی ہے، اور کسی نہ کسی طور پر یہ صورت بھی رواج پا رہی ہے اس کا حل آپ کیا تجویز کر رہے ہیں؟

(۵) اس سوال کے تحت اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی اپنی مفروضہ خیالی مساوات کے تحت عورت کو بھی مستقل طور پر حق طلاق کی کوئی سہولت نکالی جائے اور اسے بھی طلاق کا حق دے دیا جائے تو یہ صورت قطعی طور پر شریعت میں اضافہ ہے جس کا حق ہم کو حاصل نہیں ہے، اس لیے ہم اس سوال کا جواب نفی ہی میں دے سکتے ہیں، باقی رہی وہ صورت جو ''تفویض طلاق'' کے نام سے مشہور ہے وہ اس سے علیحدہ ہے وہ درست ہے ''الحیلة الناجزة'' نے مسئلہ تو ظاہر کر دیا لیکن طویل تجربہ سے یہ بات سامنے آ چکی ہے کہ لوگ بڑی تعداد میں اسے زیر عمل نہیں لانا چاہتے ہیں، مسلمانوں میں مردوں اور عورتوں کی ایک بڑی تعداد عین تقریب مسرت کے درمیان طلاق وعلیحدگی کے ذکر ہی کو بدشگونی اور بدفالی محسوس کرتی ہے، اسے کسی طرح بھی یہ بات پسند نہیں ہے کہ نکاح جیسے محبت ومسرت بھرے معاملے کے عہد و پیمان کے وقت ہی اسی عہد و پیمان کی شکستگی کے معاملات بھی اسی تقریب مسرت میں طے کر لیے جائیں اور نکاح نامہ پر بیک وقت دونوں ہی عہد و پیمان اندراج پا جائیں۔

یہی وجہ ہے کہ پچھلے دنوں جب مسلم پرسنل لا بورڈ کے (سابق) صدر (مولانا مجاہدالاسلام) صاحب نے ''تفویض طلاق'' کو ''ماڈل نکاح نامہ'' میں شامل کرنے کی تجویز پاس کرانی چاہی تو اس سے اختلاف صرف مردوں ہی کو نہیں ہوا؛ بل کہ بورڈ کی ارکان ومدعو خواتین نے بھی اس سے اختلاف کیا تھا۔

اس موقع پر یہ اظہار بھی برمحل ہوگا کہ احقر راقم سطور نے کسی زمانہ میں اپنا علیحدہ رجسٹرِ نکاح چھپواتے وقت سوچا تھا کہ اسی کے ساتھ ہی ساتھ تفویض طلاق کا وہ ''کابین نامہ'' جو ''الحیلة الناجزة'' میں دیا گیا ہے نکاح کے فارم پر چھپوا لیا جائے؛ لیکن اس

پرعمل درآمد صرف اسی وجہ سے نہیں کیا گیا کہ عام حالات میں عام لوگ اسے گوارہ ہی نہ کریں گے اور انھیں یہ بات ناگوار گزرے گی کہ عین میل محبت کے ماحول میں زوجین کی علیحدگی کے لیے بھی عہدنامہ تیار کردیا جائے۔

ایسی صورت میں ''تفویض طلاق'' کو صرف اضطراری حالات میں زیرعمل رکھا جائے، اُسے ہر شخص کے لیے لازمی بنادینا صحیح اقدام نہ ہوگا اس سے دوسری مشکلات اور پریشانیاں پیدا ہوسکتی ہیں ان کے حل کے لیے پھر کسی دوسرے کمیشن کی ضرورت پیدا ہوسکتی ہے۔

والسلام

عبدالقدوس رومیؔ

مفتی شہرآگرہ

۴/ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ مطابق ۳۰/جنوری ۲۰۰۱ء

تائیدات وتوثیقات

محی القرآن والسنۃ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب حقیؒ

(بانی مدرسہ اشرف المدارس، ناظم مجلس دعوۃ الحق، ہردوئی)

مکرم ومحترم جناب مفتی عبدالقدوس صاحب زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی تحریر جو کمیشن برائے خواتین کے قانونی افسر کے اسلامی قوانین میں اصلاح وترمیم سے متعلق سوالات کے جواب میں ہے اس کو پڑھا۔ ماشاءاللہ بہت خوب لکھا ہے، جی خوش ہوا، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔ آمین! اس کی اشاعت بھی مناسب معلوم ہوتی ہے۔

والسلام

ابرارالحق

۲۲/ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ

۱۸/فروری ۲۰۰۱ء

****

حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالقدوس رومیؔ صاحب مدظلہ مفتی شہر آگرہ کا جواب اور جواب کی تشریح اور جناب عمران علی صاحب کے نام ایک والا نامہ موصول ہوا پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا، بندہ حضرت مفتی صاحب کی تینوں تحریروں سے حرف بحرف متفق ہے یہ تحریریں متین، سنجیدہ، مدلل، مفصل اور نہایت جامع ہیں اور میرے نزدیک کافی وافی ہیں، اب میں کسی اور تحریر کی ضرورت محسوس نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو پوری ملت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔(آمین)

(حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، ۶/ ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ)

****

حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومیؔ صاحب مدظلہ مفتی شہر آگرہ کا جواب نظر سے گزرا جو بے حد پسند آیا، حضرت مفتی صاحب نے اصولی اور مسکت جواب دیا ہے۔

(حضرت مفتی حبیب الرحمن صاحب خیرآبادی، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ)

****

آں جناب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ علمی، شرعی حیثیت سے ماشاء اللہ بہمہ جہت خوب تر؛ بل کہ خوب ترین ہے، مضمر خطرات کا بھی جس خوبی سے استدراک فرمایا گیا ہے وہ بجا طور پر جناب والا ہی کا حصہ ہے۔ (حضرت مفتی مظفر حسین المظاہری ناظم ومتولی مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارن پور، ۱۴/ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۸/ ۲/ ۲۰۰۱ء)

اس سلسلہ میں واضح اور صاف بات یہ ہے کہ اسلامی قوانین میں نہ اصلاح کی ضرورت ہے اور نہ کسی قسم کی ترمیم کی گنجائش ...... مرتبہ سوال نامے کا جامع اور مکمل جواب جو حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس صاحب رومیؔ مفتی شہر آگرہ نے تحریر فرمایا ہے اس کو

میں نے بغور پڑھا جس کو پڑھ کر غیر معمولی مسرت ہوئی کہ موصوف نے جواب کا حق ادا فرمادیا۔ (حضرت مولانا مفتی خورشید عالم صاحب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند، ۲/۳/۲۰۰۱ء)

****

حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومی مدظلہ العالی مفتی شہر آگرہ نے جس طرح مدلل اور مسکت جواب دیا اس کو پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔

(حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند، ۶/ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ)

****

حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس صاحب مفتی شہر آگرہ نے ''مسلم پرسنل لا بورڈ'' کے ''مسلم میرج لا'' میں ترمیم کی تجویز وکوشش سے متعلق ''قومی کمیشن برائے خواتین'' کے قانونی افسر کے سوال کے جواب میں جو تحریر فرمایا ہے وہ علمی وشرعی حیثیت سے صحیح ودرست ہے۔ (حضرت مولانا وقار علی صاحب استاذ مظاہر علوم وقف سہارن پور

مفتی محمد امین صاحب مفتی مظاہر علوم وقف سہارن پور، ۷/۱۲/۲۱/۱۴ھ)

****

سوالات کے جوابات (محررہ مفتی عبدالقدوس رومی صاحب زیدمجدہم مفتی شہر آگرہ) کو پڑھا، جوابات اصولِ شرعیہ کے مطابق ہیں اور محقق ہیں۔

(مفتی محمد طاہر صاحب مفتی جامعہ مظاہر علوم سہارن پور، ۵/۱۲/۲۱/۱۴ھ)

****

آپ کے جوابات دیکھے، بہت پسند آئے، بہت مناسب جوابات ہیں۔

(حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ، ۱۶/۱۱/۲۱/۱۴ھ)

یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود ہیں، ان سے آگے نہ بڑھو!
(قرآن مجید)

طلقات ثلاث اور طلاق سکران
عقلی ونقلی دلائل کی روشنی میں

مُصلحِ اَخلاف، ترجَمانِ اسلاف، فقیہِ احناف
ابُوالقلم حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومیؔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مفتی شہر آگرہ

باھتمام
مجمع الفقهى الحنفى (الهند)

نام کتاب:

طلقات ثلاث اور طلاق سکران-عقلی ونقلی دلائل کی روشنی میں

از قلم:

ترجمان حق حضرت مولانا مفتی عبد القدوس رومیؔ رحمۃ اللہ علیہ

طبع اول : ۲۰۰۴ء

طبع دوم : ۲۰۱۸ء

صفحات : ۲۹

ناشر : مجلس ترجمان حق

۱۸ / ۱۴، میاں نظیرؔ مارگ، تاج گنج، آگرہ، ۲۸۲۰۰۱ (یوپی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طلاق ثلاثہ اور طلاق سکران

پر غور وفکر کا ایک اہم پہلو جسے نظر انداز کیا جا رہا ہے

ایک عزیز ومکرم فارغ دارالعلوم دیوبند مزید فاضل (پی، ایچ، ڈی) نام نہاد دانش گاہ کے لائق وفائق پروفیسر صاحب نے اپنے محبت نامہ کے ذریعہ اطلاع دی کہ ''رات T.V. پر جاہل مجتہدین پرسنل لا کا آپریشن کر رہے تھے، ایک سے ایک جغادری پرسنل لا کے مختلف موضوعات پر اپنی جدت طرازی اور روشنی طبع کے تیر چھوڑ رہا تھا، جو مجھ جیسے قدامت پسند اسلاف اکابر کے دیرینہ خادم پر بوجھ بن رہا تھا اس میں طلاق سکران نشہ باز کی طلاق کا مسئلہ بھی تھا جس کے عدم وقوع پر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے فیصلہ کو فخر سے بیان کر کے سَر اونچا کیا جا رہا تھا.......عرض یہ ہے جناب اس موضوع پر کتاب وسنت کے حوالوں سے مدلل ایک تحریر ہم طلبہ کو عنایت فرمادیں''۔

آں عزیز سلمہ کو جواب میں لکھ دیا گیا کہ فروری ۲۰۰۰ء میں فقہ اکیڈمی نے اجلاس منعقدہ دارالعلوم بستی میں طلاق سکران سے متعلق جو فیصلہ کیا تھا اس کا دلچسپ آنکھوں دیکھا، کانوں سنا حال مولانا افضال الحق صاحب (شیخ الحدیث دارالعلوم، گورکھپور) اپنے رسالہ ''دانشور'' میں ''فقہ اسلامی کا شاندار جنازہ'' کے عنوان سے لکھ چکے ہیں، دوسرے لوگوں نے بھی اکیڈمی کے اس فیصلہ کا تعاقب کیا تھا؛ اس لیے اتنے دنوں بعد اب پھر اس مسئلہ کو موضوع بحث بنانا بظاہر غیر مناسب ہوگا؛ لیکن موصوف کا اصرار جاری رہا

کہ راقم السطور بھی اس موضوع پر کچھ نہ کچھ تو لکھے ہی، اسی اصرار آمیز فرمائش کی تعمیل میں کچھ لکھنے کا ارادہ کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے جو کچھ لکھوا دیں اسے اپنی بارگاہ میں قبول بھی فرمالیں، اور اہل ہویٰ وہوس کے زیغ وکید سے دور رہنے کا ذریعہ بھی بنادیں۔

فاضل موصوف کی فرمائش تو صرف ''طلاق سکران'' (نشہ باز کی طلاق) سے متعلق تھی؛ لیکن احقر نے اسی کے ساتھ 'طلقات ثلاثہ'' کا بھی اضافہ کردیا کہ دشمنان اہل خِرَد کا وہ طبقہ جو آج کل اپنے آپ کو ''سلفی'' کہہ کر ''ناخلفی'' کا ثبوت فراہم کررہا ہے، اس نے ان دونوں مسئلوں کو موضوع بحث بنادیا ہے، طلقات ثلاثہ بیک مجلس کی بحث تو بار بار زندہ ہوتی ہے، اور اپنی موت مَرجاتی ہے، طلاق سکران کی بحث اس سے پہلے جو بھی تھی وہ صرف کتابوں میں چَھپی ہونے کے باوجود چُھپی ہوئی تھی، جسے فقہ اکیڈمی کے اجلاس منعقدہ دارالعلوم، بستی میں پہلی بار اوراقِ کتب سے باہر نکالا گیا ہے۔

اس موقع پر راقم السطور اپنے اس فیصلے سے متعلق بات صاف کردینا چاہتا ہے کہ احقر نے ''طلاق سکران'' پر گفتگو کے وقت ''طلقات ثلاثہ'' پر بھی گفتگو کیوں شامل کرلی ہے، احقر کے نزدیک طلاق سے متعلق ان دونوں مسئلوں میں غور وفکر کا ایک پہلو اور بھی ہے، جو عام طور پر زیر بحث نہیں لایا جاتا؛ حالاں کہ حضرات فقہائے کرامؒ کی بعض عبارات میں وہ پہلو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ وہ قابل غور پہلو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلاق کی مذمت وشناعت ان الفاظ میں فرمائی ہے:

أبغض الحلال إلى الله الطلاق۔ (رواہ ابو داؤد علیہ الرحمۃ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ)

یعنی حلال چیزوں میں سب سے مبغوض، نفرت وبغض کے لائق چیز طلاق ہے۔

اسی وجہ سے حضرات فقہائے کرامؒ نے بیک زبان، بیک مجلس تین طلاق دینے کو

معصیت قرار دیا ہے؛ چناں چہ فتاویٰ ہندیہ (عالمگیری) میں طلاق بدعی- جو عدد سے متعلق ہو- کا حکم یوں لکھا ہے:

"أن يطلقها ثلاثاً في طهرٍ واحد، بكلمة واحدة أو بكلمات متفرقة....
فإذا فعل ذالک وقع الطلاق وكان عاصياً"۔ (فتاویٰ عالمگیری: جلد اول، صفحہ ۳۴۹)

یعنی عورت کو پاکی کے ایام میں تین طلاقیں دیدے، خواہ ایک ہی فقرہ میں تین طلاقیں دے یا متفرق کلمات سے دے، دونوں ہی صورتوں میں طلاق واقع ہوجائے گی اور وہ شخص عاصی وگنہگار بھی قرار پائے گا۔

اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اس طرح تین طلاق دینے والے کو خدا اور رسول نے جب مرتکب معصیت اور مجرم بھی ٹھہرایا ہے تو ایسے شخص کو کوئی شرعی چھوٹ دینے کی گنجائش کہاں سے نکالی جائے گی۔

اب آگے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر بھی غور فرمالیجیے، ارشاد فرمایا گیا ہے:

﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (آیۃ: ۲۳، سورۃ البقرۃ)

(اب دو طلاقوں کے بعد) اگر وہ پھر طلاق دیتا ہے تو وہ عورت اس مَرد کے لیے حلال نہ رہے گی؛ تاوقتیکہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح کرکے پہلے شوہر کے نکاح میں آنے کے لائق نہ ہوجائے۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ طلاق مغلظہ کے بعد اگر میاں بیوی دونوں پھر ایک ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے انھیں یہ سزا ہر حال میں جھیلنی پڑے گی، جسے جھیل جانا کسی بھی باغیرت آدمی کے لیے ناقابل برداشت سزا ہی سمجھی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ یہ سزا اسی جرم کی ہے کہ طلاق جیسی چیز کو- جسے **"أبغض الحلال"** قرار دیا گیا تھا- طلاق دینے

والے نے اسے کھلواڑ بنالیا۔اور بہ یک فقرہ، بہ یک مجلس ایک ساتھ تین طلاق دے ڈالیں۔ایسے مجرم کے لیے جو طبقہ بغیر کسی محنتانہ اور وکالت کی فیس کے وکالت کا ٹھیکہ لیے ہوئے اسے ایک طلاق قرار دیتا ہے وہ بالواسطہ طور پر قانون اسلامی کی اسپرِٹ اور اس کی روح سے ذرا بھی واقفیت نہیں رکھتا ہے۔

اسی پہلو کو نظر میں رکھتے ہوئے ''طلاق سکران'' کا مسئلہ بھی بہ آسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ جس طرح شریعت نے بہ یک فقرہ اور بہ یک مجلس ''طلقات ثلاثہ'' سے متعلق ناراضگی اور ناپسندیدگی ظاہر کردی تھی، اس کے باوجود طلاق دہندہ نے اسے نظرانداز کر کے طلاق کو کھلواڑ بنالیا تو شریعت کا حکم یہی ہے کہ یہ طلاق، طلاق مغلظہ ہے، اور اگر وہ دونوں پھر ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو تحلیل شرعی کے بعد ہی ساتھ رہ سکتے ہیں۔

اسی طرح شریعت اسلامیہ نے شراب نوشی کو حرام قرار دیا ہے اور اس جرم کی سزا اور حدّ شرعی (۸۰ کوڑے) مقرر کردی، شراب نوش شرعی مجرم ہے، اس مجرم کو اس جرم کی سزا ملنی چاہیے، یا اسے کسی انعام ورعایت کا مستحق قرار دینا چاہیے؟ اور لطف کی بات یہ ہے کہ عقل سے پیدل لوگ احکام قرآنی کے ساتھ یہ تلعّب بالدین اور کھلواڑ اُس طلاق کے معاملہ میں کررہے ہیں، جس کے احکام بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ایک خصوصی اندازِ انتباہ بھی اختیار فرمایا ہے:

﴿**تلک حدود اللہ فلاتعتدوھا**﴾ (آیت ۲۲۹، سورۃ البقرۃ)

یہ اللہ کی حدبندیاں ہیں، ان حدود کو توڑ کر آگے نہ بڑھنا۔

شاباشی دیجیے ہندوستانی امام عالی مقام کے پیروکار اصحاب واتباع کو جنھوں نے نشہ بازی کے مجرم کو کسی قسم کی سزا دینے کے بجائے اس کی طلاق کے غیر واقع ہونے کا فیصلہ

کردیا، وہ آسانی سے ''بنت حوّاءؑ'' (عورت) اور ''بنت انگور'' (شراب) دونوں ہی سے متمتع ہوتا رہے، جمع بین الاختین کی یہ صورت تو کسی بھی دانشور کے نزدیک قابل اعتراض نہ ٹھہرے گی۔

احقر کو اپنے خط کے ذریعہ اس پروگرام کی اطلاع دینے والے فاضل عزیز ڈاکٹر اور پروفیسر صاحب سلمہٗ نے خدا جانے کس ارادہ سے اس موقع پر ''مسلم پرسنل لا'' کی دہائی دینا بھی ضروری سمجھا؟ ممکن ہے یہ خیال کیا ہو کہ شاید اس طرح مجھے کچھ غیرت آجائے گی اور فرط غیرت میں شاید میں ان کے خط کا جواب دینا اپنے ذمہ لازم ٹھہرالوں گا۔ آں موصوف سلمہٗ کو شاید معلوم نہیں کہ احقر نے مسلم پرسنل لا بورڈ سے علیحدگی سن ۱۹۹۶ء سے اختیار کر رکھی ہے؛ کیوں کہ بہت پہلے ہی سے مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا ؎

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ می روی بہ ترکستان است

احقر مسلم پرسنل لا بورڈ سے وابستہ تو اس کے دورِ آغاز ہی سے ہو گیا تھا، دسمبر ۱۹۷۲ء میں اس سلسلہ کا کنونشن ممبئی میں ہوا تھا، احقر اس میں بھی شریک ہوا تھا، اس کے بعد سے ایک، دو اجلاس کے علاوہ تقریباً تمام ہی اجلاس میں شریک ہوتا رہا تھا، آخری بار شرکت سن ۱۹۹۶ء اجلاس منعقدہ ممبئی میں ہی ہوئی تھی، اس وقت صدر اجلاس مولانا علی میاں علیہ الرحمہ علالت کے سبب شریک نہ ہو سکے تھے، اور یہ اجلاسات صدر بورڈ کے مختلف نائبین کے زیر صدارت منعقد ہوئے تھے۔ اس طرح مسلم پرسنل لا بورڈ سے تعلق تقریباً چوتھائی صدی تک رہا ہے، اس طویل مدت میں بورڈ کا ڈھانچہ نہایت ہی ہوشیاری اور منصوبہ بندی کے ساتھ جس طرح اپنے اصل موقف سے تبدیل اور منحرف ہو رہا تھا یہ

سب میرے ذاتی مشاہدات اور تجربات کی باتیں ہیں، ایسی صورت میں آں موصوف ڈاکٹر صاحب کے خط میں ''مسلم پرسنل لا'' کے نام کی دُہائی تو احقر کی غیرت دینی کو نہ ابھار سکی، تاہم اہل ہوس اور اباحیت پسند لوگوں کا احکام شرعیہ کو اپنے اجتہاد کا تختہ مشق اور دین کو اپنا من پسند کھلونا بنانا بہر حال یہ اس وقت کا زبردست فتنہ ہے، جس کا سدّ باب ضروری سمجھتے ہوئے یہ سطور لکھی جا رہی ہیں، خدا کرے ہمارے عزیز گرامی اور ان جیسے دوسرے ٹی، وی بیں، ترقی پسند اہل ذوق کے لیے یہ تحریر اطمینان بخش اور ایمان افزا ثابت ہو۔ آمین!

❁❁❁❁❁

بہ یک فقرہ طلقات ثلاثہ کو ایک طلاق (رجعی) اور طلاق سکران (نشہ باز کی طلاق) کو طلاق ہی نہ ماننے کا شوشہ ایک ایسے فرقے کی طرف سے چھوڑا گیا ہے جس کی تقریبِ عقیقہ شاید اب تک نہیں ہوسکی ہے، روزِ ولادت سے اب تک کئی نام تبدیل کیے جا چکے ہیں؛ مگر یہ فیصلہ نہ ہوسکا کہ کون سا نام خلعتِ دوام پا سکے گا، فی الحال یہ طبقہ اپنے آپ کو ''سلفی'' سے موسوم کرتا ہے؛ مگر یہ بات ابھی متعین نہ ہوسکی ہے کہ اس کا منسوب الیہ لفظ ''سَلف'' ہے یا یہ ''سُلفہ'' کی طرف منسوب ہے، اس کی تعیین کوئی حقہ نوش محقق ہی کرسکتا ہے کہ حقہ کی ایک نوع کو ''سلفہ'' کہا جاتا ہے۔

ان دونوں شوشوں میں سے پہلا شوشہ تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دے لینا جسے عیسائیوں کی زبان میں ''توحید فی التثلیث'' کہا جاتا ہے۔ یہ شوشہ تو بہت مدت سے موضوع بحث بنا ہوا ہے، جب بحث چھڑتی ہے تو فریقین کی طرف سے مضامین نَو کے انبار لگانے والی کتابیں بازاروں میں پھیل جاتی ہیں، کچھ دنوں بعد لوگ اسے بھول جاتے ہیں: کیوں کہ ایسے فرزانے تو دنیا میں معدودے چند ہی ہوں گے جن کا اوڑھنا بچھونا صرف

عشق ومحبت ہی ہے؛ ورنہ اکثر تو ایسے ہی لوگ ہیں جو برملا کہہ دیتے ہیں کہ:

ع اور بھی کام ہیں دنیا میں محبت کے سوا

ہاں! طلاق سکران سے متعلق شور وغوغائے مدہوشی ۲۰۰۰ء کے ابتدائی مہینوں میں کانوں تک پہنچا ہے، جس کی بنیاد اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے اُس فیصلہ پر رکھی گئی جو فروری ۲۰۰۰ء کے سیمینار منعقدہ دارالعلوم، بستی میں کیا گیا تھا، جس کی دلچسپ روداد مولانا افضال الحق جوہر قاسمی نے اپنے ماہنامہ ''دانشور'' میں شائع کی تھی، اور بعد میں مختلف رسالوں میں بھی اس کی اشاعت ہوئی تھی۔ احقر کے پاس ''المآثر'' جلد آٹھ (۸) کا شمارہ چار (۴) موجود ہے، جس میں ''دانشور'' میں شائع شدہ دلچسپ روداد نقل کی گئی ہے، اسی کے حوالے سے روداد کا آخری حصہ نقل کیا جارہا ہے، ملاحظہ ہو:

> ''سہارا اردو ٹائمز'' ممبئی جیسے اخبارات میں یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ نشہ کی حالت میں طلاق واقع ہوتی ہی نہیں، کھلے بند یہ اعلان کیا جارہا ہے، اور لوگ سر پیٹ رہے ہیں کہ اسلام میں یہ کیا طوفان آ گیا ہے، دراصل ہیجان اسلام میں نہیں متجد دینِ اسلام میں آ گیا ہے؛ اس لیے وہ علمائے مشائخ سے رائے لے کر پھر اس میں (اپنے اولیائے نعمت کی مرضی ومنشاء کے مطابق) اپنی رائے شامل کر کے ان نام نہاد مسلمانوں کی رعایت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں جو اسلام کا نیا ایڈیشن چھاپنے کے منتظر اور فکر میں لگے ہوئے ہیں، مجھے سخت حیرت ہے کہ اباحیت پسندی کس قدر منہ زور ہوگئی ہے کہ ہم جیسے بوڑھوں کو بہائے جارہی ہے، اور ہم پتہ نہیں پاتے کہ اسلام، اس کے اصولوں کے نصوص کا اور روایات کا ناس مار کر ہم کہاں جارہے ہیں؟''

معروض رومیؔ

مولانا افضال الحق صاحب قاسمیؔ نے اپنی اس دینی حمیت سے بھرپور تنقید میں بہت کچھ کہہ دیا؛ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ لکھ کر کہ ''ہم پتہ نہیں پارہے ہیں کہ اسلام، اس کے اصولوں کے نصوص کا اور روایات کا ناس مار کر ہم کہاں جارہے ہیں؟'' احقر کے لیے موقع فراہم کردیا کہ وہ آپ کے اٹھائے ہوئے سوال ''ہم کہاں جارہے ہیں'' کا جواب بھی ناظرین تک پہنچادے۔تو جواب سن لیجیے! جواب یہ ہے کہ آپ فقہ اکیڈمی کے اجلاس میں گئے تھے جہاں آپ نے ان لوگوں کا دین سے انحراف، اسلام اور اس کے نصوص اور روایات کا ناس مارنا بھی مشاہدہ کیا، اس کے بعد پھر آپ کا صیغۂ جمع متکلم میں سوال کرنا کہ ''ہم کہاں جارہے ہیں'' اس اندازِ استفہام میں چھپا ہوا ''جذبۂ تحذب'' بھی دیکھا جاسکتا ہے، کہ قاضی صاحب واصحابہٗ ؛ چوں کہ قاسمیؔ برادری سے تعلق رکھتے ہیں؛ اس لیے ان کے انحراف کو آپ اپنا انحراف بھی مان لینے کو تیار ہوگئے؛ حالاں کہ آپ کے لیے گنجائش یہ بھی تھی کہ آپ اس بات کو اس طرح کہہ دیتے کہ ''ہمیں افسوس کے ساتھ نہایت دلسوزی کے انداز میں یہ کہنا پڑتا ہے کہ اسلام کے ''ماڈرن ایڈیشن'' کے لیے پاپڑ تو ایک عرصہ سے بیلے جارہے تھے؛ لیکن مودودی صاحب اور ان کے رفقائے جماعت میں کوئی اس صلاحیت کا آدمی موجود نہ تھا؛ اس لیے ان کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا تھا۔اب اسے حالات کی ستم ظریفی ہی کہا جائے گا کہ جماعت اسلامی سے وابستہ بعض اصحاب دولت وثروت قاضی مجاہدالاسلام کے ذریعہ اپنے پرانے خواب کی تعبیر حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے''۔
(اور جماعت اسلامی کے لیے ''فقہ اسلامی'' تیار کرنے کے لیے ''مقلد نما غیر مقلدین'' کی کھیپ کی کھیپ دستیاب ہوگئی!)

روداد کا خاتمہ اس طرح فرمایا گیا ہے:

محدث عصر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن محقق اعظمی (علیہ الرحمۃ) نے ایسے ہی سیمیناروں کے لیے فرمایا تھا کہ:

''.......ایسے سیمینار فقہ حنفی کا حلیہ بگاڑ دیں گے''۔آج میں (مولانا افضال الحق صاحب جوہر) یہ شہادت دے سکتا ہوں کہ فقہ حنفی کا نہیں خود اسلام کا حلیہ بگڑ رہا ہے۔اب شرابی روز طلاق دے گا، روز اپنی حرام بیوی کو حلال سمجھ کر اس سے حلال زنا کرے گا، اور ان سیمیناروں (اور اس کے بانی) کو دعا دے گا، جو قرب قیامت کی علامت ہیں، اور اباحیت پسندی میں کہیں نہ کہیں سے کوئی جزئیہ تلاش کر کے اس پر اصولوں کو منطبق کر کے تفقہ کا بیڑہ غرق کر رہے ہیں۔ برادرم قاضی مجاہد صاحب سے دست بستہ عرض ہے کہ: ''گر ہمیں مکتب وہمیں مُلّا، کارِ طفلاں تمام خواہد شد''۔ (المآثر: جلد ۸، شمارہ ۴، صفحہ ۷۸، ۷۹)

رہے نام اللہ کا

قاضی مجاہد الاسلام مرحوم تک مولانا افضال الحق صاحب جوہر کی دست بستہ یہ عرض تو پہنچ ہی گئی تھی؛ لیکن وہ اس اجلاس میں بھی بہ حالت مرض ہی شریک ہوئے تھے، اور بعد میں زیادہ دنوں تک زندہ بھی نہ رہ سکے تھے۔

مولانا افضال الحق صاحب جوہر قاسمیؒ (علیہ الرحمۃ) نے اوپر اپنی تحریر میں فقہ اکیڈمی کے مجتہدین کی جس بنیادی غلطی کا ذکر یوں کیا ہے کہ (یہ لوگ) ''اپنی اباحیت پسندی میں کہیں نہ کہیں سے کوئی جزئیہ تلاش کر کے اس پر اصولوں کو منطبق کر کے تفقہ کا بیڑا غرق کر رہے ہیں''۔ جوہر قاسمی صاحب کی اس بات کو حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب

صاحب علیہ الرحمہ کی ایک تحریر کی روشنی میں آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے، حضرت حکیم الاسلامؒ تحریر فرماتے ہیں:

''میں نے یہ عرض کیا تھا کہ عموماً نئے ذہن کے علما حالات سے مرعوب ہوکر انھیں (جدید پیش آمدہ سوالات کو) اصل بنا لیتے ہیں، اور مسائل کو تابع، قصہ برعکس ہونا چاہیے کہ مسلک اور مسائل اصل رہیں، اور پھر امکانی حد تک اور تا بحد تحفظ حالات کی رعایت بھی ہو، ایک تو ہے وقتی حالات کے تحت مسئلہ کی صورت ہی تبدیل کر دینا، اور ایک ہے مسئلہ اپنی جگہ قائم رکھتے ہوئے کسی خاص صورت میں، خاص احوال کے تحت استثنائی صورت دیا جانا۔ پہلی صورت کس طرح جایز ہوگی؟ دوسری صورت میں گنجائش ہوگی؛ مگر استثنا خود کوئی قانون نہیں ہوتا؛ کہ اسے اصولی اور کلّی شکل دی جائے۔

بہر حال اس اصول کو سامنے رکھ کر مسائل کی تشریح ہونی چاہیے۔!''

(مکتوب: حضرت حکیم الاسلام علیہ الرحمہ، مشمولہ مکاتیب، ماہنامہ ''البلاغ'' بیاد فقیہ ملت: صفحہ ۱۲، ۱۳)

حضرت حکیم الاسلام علیہ الرحمہ نے مسائل جدیدہ کے حل کے لیے جو اصول متعین فرمایا یہ تو ان بااصولوں کے لیے قابل قبول اور لائق عمل ہوسکتا ہے جو کسی متعین فقہ (فقہ حنفی) کے پابند ہوں، باقی جنھوں نے حنفیت کا قلادہ ہی گردن سے اتار پھینکا ہو اور الامام الخامس الہندی کی ایجاد کردہ ''فقہ اسلامی'' کا قلادہ زیبِ گلو کرلیا ہو، وہ کیسے اس اصول کو تسلیم کرسکتے ہیں؟

''اسلامی فقہ'' اور ''فقہ اکیڈمی'' کے ایک سرگرم رکن تحریر فرماتے ہیں:

''ہاں یہ بات بھی بہت صفائی کے ساتھ عرض ہے کہ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا صرف فقہ حنفی کو اسلامی فقہ نہیں مانتی؛ بلکہ سارے معروف فقہی مسالک (حنفی،

مالکی، شافعی، حنبلی، سلفی، جعفری وغیرہ) کو اسلامی فقہ مانتی ہے؛ اس لیے کسی
خاص مسلک کے کسی خاص مسئلہ میں امت مسلمہ یا ایک بڑے طبقہ کے لیے
غیر معمولی ضیق وحرج پیدا ہونے کی صورت میں دوسرے مسلک کی فقہی رائے
کو اختیار کرنے کو درست سمجھتی ہے''۔

(فقہی سیمینار حقائق اور وضاحتیں: صفحہ ۴۳)

موصوف کی اس تحریر کا جواب دیا جا چکا ہے، اس موقع پر یہ بات صاف کرنا ضروری ہے کہ ہر چہار فقہ کو اسلامی فقہ کا ایک فرد سمجھنا اور بات ہے، اوران میں کسی ایک کو صحت وصواب سے زیادہ قریب سمجھ کر اس کی پابندی کرنا دوسری بات ہے، اسی کو تقلید کہتے ہیں؛ جب کہ دوسری صورت تقلید سے آزادی پر مبنی ہے، اکیڈمی کے وکیل صفائی صاحب لکھنے کو تو یہ لکھ گئے؛ لیکن انہوں نے یہ خیال نہیں فرمایا کہ اس طرح وہ ایک ''اَن کہی'' کا اقرار بھی کر گئے ہیں۔ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا اور اس کے سیمیناروں کی پوزیشن صاف کرنے والے وکیل صفائی اپنی مذکورہ بات کھلے ہوئے اعلان پر ختم کرتے ہیں کہ:

''اکیڈمی اس بات کی سخت مخالف ہے کہ ائمہ مجتہدین کی اختلافی آرا کو حق وباطل کی جنگ بنا دیا جائے''۔ (حوالہ مذکور)

محترم وکیل صفائی کا یہ کھلا اور برملا اعلان ناظرین کو یہ سمجھانے سے قاصر نظر آرہا ہے کہ ایسی صورت میں خود تقلید ہی یقین جازم پر مبنی نہ ہونے کی وجہ سے خطا وغلط کا احتمال رکھتی ہے کہ کوئی صاحبِ عقل وفہم اور ذی علم شخص ائمہ مجتہدینؒ کی اختلافی آرا کو حق وباطل کی جنگ بنا دے گا؟ احقر کا یہ سوال اس لیے مزید اہمیت کا حامل بن جاتا ہے کہ دیکھا یہ جارہا ہے کہ فقہ اکیڈمی کے تقلید معین سے آزاد اراکین تارکِ تقلید ہو کر مقلدین کی جواب طلبی اور باز پرس کو حق وباطل کی جنگ بنا دینے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھنا چاہتے۔ کیا فقہ اکیڈمی

کے ذمہ داران اس سے انکار کر سکتے ہیں؟ اور اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے ذمہ داروں کے ذمہ تو راقم السطور کا ایک اہم، بنیادی سوال مدت سے قرض چلا آ رہا ہے، جس کے تسلی بخش جواب سے صرف گریز ہی میں انھیں عافیت نظر آ رہی ہے، وہ سوال اِس وقت یہاں پھر دہرایا جا رہا ہے، احقر کا وہ سوال یہ تھا:

''حضرات فقہائے کرامؒ نے طبقات فقہائے مقلدین سے متعلق جو تقسیم کی ہے اور جس طرح ان کے متعدد طبقات متعین کیے ہیں ان کی اس تقسیم اور تعین سے آپ حضرات (ذمہ داران فقہ اکیڈمی) کو اتفاق ہے یا نہیں''؟؟؟

''اگر اس سوال کا جواب اثبات میں ہے تو اس بات کا ثبوت آپ حضرات کے عمل سے ملنا چاہیے....... اور اگر آپ کو اس تقسیم وتعین ہی سے اختلاف ہے تو پھر آگے بڑھنے سے پہلے اپنا زورِ قلم فقہائے کرامؒ کی اس تقسیم وتعین کی تغلیط وتردید ہی پر صرف فرمائیں؛ تا کہ عام مسلمان آپ کے صحیح مسلک اور موقف سے پہلے ہی باخبر رہیں''۔ (ریاض الجنۃ: اپریل ۱۹۹۴ء، صفحہ ۳۹)

یہ سوال ماہنامہ ''ریاض الجنۃ'' میں ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ مطابق اپریل ۱۹۹۴ء میں شائع ہوا تھا، جس کی اطلاع شاید اسلامک فقہ اکیڈمی کے ذمہ داروں تک نہیں پہنچ سکی۔ اور اس موقع پر یہ سوال کچھ ضمنی انداز میں بھی آیا تھا؛ اس لیے عام طور پر لوگوں کو متوجہ نہ کر سکا تو ضرورت محسوس ہوئی کہ یہ سوال ذرا کُھل کر اور واضح انداز میں کیا جائے؛ چناں چہ ۱۴۱۷ھ جمادی اخریٰ کی آخری تاریخوں اور اکتوبر ۱۹۹۶ء کی ۱۱ تا ۱۴ر کی تاریخوں میں جب اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا ''نواں اجلاس'' جامعہ ہدایت، جے پور میں منعقد کیا گیا تو احقر نے بھی ایک مُشاہد کی حیثیت سے اس میں شرکت کا فیصلہ کیا (کیوں کہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ - بانی ومؤسس جامعہ ہدایت - سے خصوصی ربط وتعلق کی وجہ

سے احقر بھی جامعہ کے اجلاسِ تاسیس اور اس کے دارالاقامہ کے اجلاسِ افتتاح میں شریک رہ چکا تھا) اس اجلاس کے خاتمہ پر جب شرکائے اجلاس کو خانہ پُری کے لیے ایک مطبوعہ فارم دیا گیا، جس کا تیسرا سوال یہ تھا کہ فقہ اکیڈمی کے اگلے اجلاس کے لیے موضوعِ بحث کی تعیین فرمائیں، تو احقر نے اس کو بروقت سوال کے لیے مناسب سمجھا اور لکھ دیا کہ فقہائے کرامؒ نے فقہائے مقلدین کے ''پانچ'' یا ''سات'' طبقات بتائے ہیں، ضرورت ہے کہ اس کی روشنی میں فقہ اکیڈمی کے موجودہ فقہائے کرام کا درجہ ومقام بھی متعین کرلیا جائے کہ یہ حضرات جو کارنامہ انجام دے رہے ہیں ہمارے قدیم اور معتمد ومستند فقہائے کرامؒ نے انھیں اس کا حق بھی دیا ہے کہ نہیں؟ (المآثر: صفحہ ۶۱، شمارہ ۳، جلد ۵)

ظاہر ہے کہ فقہ اکیڈمی کے سنجیدہ اہل علم اس بنیادی سوال کی اہمیت کو یکسر نظر انداز تو نہیں کر سکتے تھے: اس لیے اس کے ایک اہم رکن نے ''بحث ونظر'' کے دو شماروں (۳۱، ۳۲) میں اس غیر متوقع اور غیر مندفع سوال کا جواب دینا چاہا؛ مگر مجیب موصوف کی ساری تحقیقی کاوشوں اور صحافتی چابک دستیوں کے باوجود جواب بن نہیں سکا۔

اس سوال سے پیچھا چُھڑانے کے لیے انھوں نے شاید یہ سہارا لینا چاہا ہے کہ طبقات فقہاء کی یہ درجہ بندی اور تقسیم حضرات فقہائے متقدمین کے دور میں نہیں ہوئی تھی، یہ تقسیم و درجہ بندی تو بعض فقہائے متاخرین (ابن کمال پاشاؒ، متوفی ۹۴۰ھ وغیرہ) کے ذریعہ وجود میں آئی تھی۔

یا قیامتاہ! ذرا غور تو فرمایئے کہ پندرہویں صدی ہجری کا ایک نوخیز (بستوی) محقق فقہ اکیڈمی کی مرقاۃ التحقیق کے ذریعہ کتنی بلندیوں پر پہنچ گیا ہے کہ اس نے اتنی آسانی سے ابن کمال پاشاؒ اور ابن قطلو بغاؒ کے شیخ علامہ تقی الدین مقریزیؒ کی درجہ بندیوں کو صرف

اس بنیاد پر ٹھکرادیا کہ یہ حضرات متاخرین فقہاء میں شمار ہوتے ہیں؛ اس لیے ہم ان کے فیصلہ کے پابند نہیں ہیں!

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ نویں اور دسویں صدی ہجری کے فقہاء کو وہ بزرگوار ''متاخرین فقہاء کہہ کر رد فرما رہے ہیں جو بذاتِ خود پندرہویں صدی ہجری کی پیداوار ہیں، احقر کے اٹھائے ہوئے بنیادی سوال کا جواب دینے والے فاضل بستوی کی اس تحریری کاوش کو خلط بحث کا ایک شاہکار تو ضرور کہا جاسکتا ہے جس میں اصل جواب سے گریز پر پردہ ڈالا گیا ہے۔

غور کرنے کی سیدھی سیدھی یہ بات ان کی سمجھ میں کیوں نہ آسکی کہ کسی بھی قسم کا کوئی اقدام ضرورت کے وقت ہی کیا جاسکتا ہے۔ متقدمین فقہاءؒ کا دورزمانہ خیرالقرون سے قریب تھا اس وقت مدعیان تفقہ واجتہاد ناپید تھے؛ اس لیے کسی کو یہ ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی کہ فقہائے کرام کے درجات ومراتب متعین کیے جائیں، بعد کے زمانے میں جب لوگوں کے مزاج ''ادعا'' آشنا ہوگئے تو ضرورت محسوس ہوئی کہ فقہائے کرام کے درجات وطبقات متعین کیے جائیں، اس وقت یہ درجہ بندی کردی گئی جو چار پانچ سو سال تک معتبر ومتداول بنی رہی، اس طویل دَور میں محقق علی الاطلاق صاحب فتح القدیر علامہ ابن ہمامؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جیسی عبقری شخصیات بھی سامنے آئیں جنھوں نے بہت سے مسائل میں اپنی اجتہادی شان وصلاحیت کا اظہار بھی کیا جسے علمائے وقت نے صرف ان کی رائے کی حیثیت ہی میں رکھا۔ علامہ ابن ہمامؒ کے خاص شاگرد ابن قطلو بغاؒ نے صاف لفظوں میں یہ بات واضح کردی کہ ''ہمارے استاد کی اجتہادی رائیں صرف ان کی رائیں ہیں، یہ معمول بہا ہرگز نہ بنائی جائیں گی''۔

یہی صورت حال حضرت شاہ ولی اللہؒ کے معاملہ میں بھی رہی کہ ان کی شخصی رائے کو نہ تو ان کی اولاد واحفاد نے معمول بہ بنایا نہ ان کے تلامذہ نے مفتیٰ بہ ٹھہرایا، ہمارے قدیم اکابر علمائے دیوبند حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی علیہم الرحمہ نے اپنی انتہائی فقہی بصیرت اور اجتہادی صلاحیت کے باوجود اپنی حد سے آگے قدم بڑھا کر قدیم فقہائے کرامؒ سے اختلاف کرنے کی ہمت نہیں کی، جس سے یہ بات بالکل کھلے طور پر سمجھی جا سکتی ہے کہ ہمارے اکابر دیوبند (ہی نہیں؛ بل کہ متحدہ ہندوستان کے تمام معروف مکاتب فکر کے اکابر دہلویؔ، لکھنویؔ، بریلویؔ وغیرہ بھی) علامہ ابن کمال پاشاؒ کی اس نفس تقسیم اور درجہ بندی کو ضروری اور ناقابل اختلاف سمجھتے تھے۔

اسی بنیاد پر احقر نے اسلامک فقہ اکیڈمی کے ذمہ داروں سے یہ مطالبہ کیا کہ سیمیناروں کی اس تیز رفتار سرگرمیوں کو آگے بڑھانے سے پہلے یہ فیصلہ ضروری ہے کہ عصر حاضر کے علمائے کرام فقہائے عظام کے کس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں؟ انھیں اس کا حق بھی ہے یا نہیں؟

لیکن فقہ اکیڈمی کے ذمہ داران اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ اس سوال کا صحیح جواب دینے کے بعد وہ اپنی سرگرمیاں جاری ہی نہ رکھ سکیں گے؛ اس لیے اس سوال کا اطمینان بخش جواب انھوں نے نہ اب تک دیا ہے، نہ ہی آیندہ ان سے کسی صحیح جواب کی امید کی جا سکتی ہے، اپنی اس بحث کو ایک اور ضروری بات لکھ کر ختم کرتا ہوں۔

ہندوستان میں علامہ مودودی مقبور کے مجتہدانہ افکار وخیالات کا جس زمانے میں عام چرچا تھا اور ان سے اختلاف رکھنے والوں کے تحقیقی وتنقیدی مضامین بھی شائع ہو رہے تھے۔ اسی زمانہ میں حضرت مولانا حبیب احمد محقق کیرانویؒ (جنھیں حضرت حکیم الامت

تھانویؒ جامع کمالات علمیہ وعملیہ لکھا کرتے تھے) کا ایک مضمون ''صدق جدید'' کی آٹھ اشاعتوں میں شائع ہوا تھا جس میں آں موصوف نے مودودی صاحب کی بنیادی بات ''اجتہاد'' پر مفصل بحث کرکے یہ ثابت کیا تھا کہ ''اجتہاد کے لیے دو بنیادی شرطیں ہیں:

۱۔پہلی شرط یہ ہے کہ مجتہد کو علم کے ساتھ تفقہ فی الدین حاصل ہونا چاہیے۔

۲۔اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس میں للّٰہیت ودیانت بھی ہونی چاہیے۔

جب کہ علامہ مودودی میں یہ دونوں ہی اوصاف مفقود ہیں؛ اس لیے وہ مقام اجتہاد پر فائز نہیں ہو سکتے۔(اسی طرح کی بات حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے بھی فرمائی تھی کہ ''مودودی صاحب کے یہاں دعوائے اجتہاد تو موجود ہے؛ مگر شانِ اجتہاد مفقود ہے''۔)

اس وقت یہ بات فقہ اکیڈمی کے اراکین سے متعلق بھی بے تکلف کہی جا سکتی ہے؛ لیکن احقر اپنے مقام ومرتبہ سے اچھی طرح واقف ہے؛ اس لیے یہ بات اپنی طرف سے سے کہنے کے بجائے اس طور پر کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا کہ اگر اِس دور میں حضرت مولانا حبیب احمد صاحب کیرانوی علیہ الرحمہ بقید حیات ہوتے تو شاید کچھ اور بھی شدت کے ساتھ یہی فیصلہ فرماتے کہ ان نمائشی قسم کے شمس الائمہ السرخسیوں اور قمر الائمہ الحلوائیوں کو حق اجتہاد حاصل نہیں ہے، اس کی مثالیں بھی دی جا سکتی ہیں؛ مگر

ع مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز

کی مجبوری ہے۔

ع ضروری بود چوں مبحث دراز تر گفتم

(بات ضروری تھی اس لیے کچھ کہنا پڑا)

مضمون شروع کیا گیا تھا طلقات ثلاث اور طلاق سکران کے شرعی حکم کی تفصیلی بحث کے لیے؛ لیکن درمیان میں بات آ گئی آج کل کے برخود غلط قسم کے نَو زائیدہ مجتہدین ومتجددین کی گمراہ کن اجتہادی اور تجددی سرگرمیوں کی جو بہت ضروری تھی؛ اس لیے رہوارِ قلم کو چھوڑ دیا گیا۔

ابتدائی مضمون میں طلاق سکران اور طلقات ثلاث سے متعلق غور وفکر کا ایک عقلی پہلو زیرِ بحث آیا ہے، آیندہ سطور میں حضرات فقہائے احنافؒ کی صریح عبارات پیش کی جارہی ہیں۔ طلاق سکران کے حکمِ شرع ''وقوعِ طلاق'' سے متعلق فقہائے احنافؒ کی عبارات ملاحظہ ہوں، پہلے نمبر پر ''شامی'' کی بیان کردہ تفصیلات پیش ہیں:

(۱) علامہ محمد امین ''ابن عابدین'' شامیؒ نے ''الدرّ المختار'' کی شرح ''ردّ المحتار'' معروف بہ ''شامی'' میں اس موقع پر بہت تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے، سب سے پہلے تو انھوں نے ''تنویر الابصار'' کے قول ''**وَیقعُ طَلاقُ کُلِّ زَوجٍ بالغٍ، عاقلٍ ولَو عبدًا أو مُکرَھًا أو سَکرانَ**'' کے تحت لفظ ''سکران'' کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے کہ سکر کا معیار کیا ہے؟ اور سکران کا مصداق کون ہوگا؟ جس کی طلاق کا واقع ہونا متن میں بیان کیا گیا ہے۔ سکر کی حقیقت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سکر ایک خاص لذت وسُرور کو کہتے ہیں، جس کی وجہ سے عقل زائل ہوجاتی ہے، اس کی عقل اس درجہ زائل ہوجاتی ہے کہ وہ آسمان وزمین میں بھی فرق نہیں کرسکتا ہے۔ یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا مسلک ہے، اور حضرات صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اس کی عقل تو اس درجہ زائل نہیں ہوتی؛ البتہ مغلوب ہوجاتی ہے، جس کی وجہ سے وہ آئیں بائیں شائیں بکنے لگتا ہے۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ حضرات فقہا نے حضرات صاحبینؒ کے قول کو طہارت کے مسائل میں، (ایمان اور قسم کے مسائل میں،) حدود سے متعلق احکام میں ترجیح دی ہے۔ آگے چل کر علامہ شامیؒ نے کمال الدین محقق ابن ہمامؒ کی کتاب ''التحریر'' کے حوالہ سے یہ بات بھی نقل کی ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ''سکر'' کا جو معیار بتایا گیا ہے وہ اس کی انتہائی حد ہے، جس کی وجہ سے اس کا سکر درجۂ یقین کو پہنچ جاتا ہے اور وہ مستحق حد قرار پاجاتا ہے؛ کیوں کہ وہ جس صورت میں زمین وآسمان کے مابین فرق کرسکتا ہے تو یہ صورت پتہ دیتی ہے کہ اس کا سرور سکر ناقص ہے، اپنی انتہا کو نہیں پہنچا ہے۔ ایسی صورت میں سکر کے یقینی نہ ہونے کی وجہ سے شبہ پیدا ہوگیا ہے؛ اس لیے اس پر حد جاری نہ ہوگی۔ باقی دوسرے مسائل میں امام اعظم علیہ الرحمہ بھی سکر کی تعریف یہی کرتے ہیں کہ اس کے کلام میں خلط واقع ہوجائے اور وہ ادھر اُدھر کی بکواس کرنے لگے، اس صورت میں حضرت امام اعظمؒ اور ان کے صاحبینؒ ''سکر'' کی تعریف میں متفق ہوجاتے ہیں ان میں کوئی اختلاف نہیں رہ جاتا۔

اکثر مشایخ کا رجحان ومیلان حضرات صاحبین رحمہم اللہ کے قول کی طرف ہے اور بقیہ ائمہ ثلاثہ (امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کا بھی یہی مسلک ہے اور اسی مسلک کو اکثر مشایخ نے فتوی کے لیے اختیار کیا ہے؛ کیوں کہ معروف ومتعارف مسلک یہی ہے، اس کی تائید حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے آپؓ نے فرمایا کہ ''جب سکر طاری ہوجاتا ہے تو سکران ہذیان میں مبتلا ہوجاتا ہے''۔

اور علامہ ابن ہمامؒ نے یہ بھی بیان کردیا ہے کہ اگر سکران کا نشہ ناجائز وحرام طریقہ سے ہوا ہے تو وہ بدستور شریعت کا مکلف رہے گا۔ شرعی احکام اس پر جاری ہوں گے

اور اس کی عبارات طلاق وعتاق سے متعلق صحیح ودرست ہی قرار دی جائیں گی؛ کیوں کہ اس کی عقل شریعت کی نظر میں باقی وقائم مانی گئی ہے۔ نشہ باز سے جو چیز جاتی رہی ہے وہ صرف فہمِ خطاب کا نقصان ہے اور یہ نقصان اس کے ارتکابِ معصیت کی وجہ سے آیا ہے؛ لہٰذا اُسے مبتلائے معصیت مانتے ہوئے احکام شرعیہ اس پر جاری ہوں گے۔

صاحب درمختار نے سکران کے بعد ''ولونبیذ'' کا ٹکڑا بڑھا دیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ نشہ خواہ ''نبیذ'' ہی کی وجہ سے ہوا ہو۔ علامہ شامیؒ اس سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

مطلب یہ ہے کہ سکران کا سکر ونشہ چاہے شراب سے پیدا ہو یا دوسری چار قسم کی حرام شرابوں سے ہوا ہو یا ان کے علاوہ اور ایسی شرابوں سے پیدا ہو گیا ہو جو مختلف قسم کے پھلوں سے یا شہد سے بنائی جاتی ہیں، تو امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ان تمام صورتوں میں سکران کی طلاق واقع ہو جائے گی۔

علامہ شامیؒ شیخ ابن ہمامؒ کی شرح ہدایہ ''فتح القدیر'' کے حوالہ سے یہ بھی تحریر فرماتے ہیں ''وبقوله یُفتٰی'' یعنی امام محمد علیہ الرحمہ ہی قول پر فتوی دیا جاتا ہے اور ''البحر الرائق'' کے حوالہ سے ''فتاوی بزازیہ'' کی یہ عبارت بھی علامہ شامیؒ نے نقل کی ہے:

''المختار في زماننا لزوم الحدّ ووقوع الطلاق''

یعنی ہمارے زمانے میں یہی بات مختار ہے کہ سکران پر حد بھی جاری ہوگی اور اس کی طلاق بھی واقع ہوگی۔

اس کے بعد علامہ شامیؒ نے پندرہویں صدی کے امام الخامس الہندی اور ان کے اصحاب واعوان کا وہ سہارا بھی ختم کر دیا جو انھیں ''فتاوی قاضی خاں'' کی اس تصحیح سے ہو رہا تھا کہ: ''صحیح یہ ہے کہ طلاق واقع نہ ہوگی''۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ ''قاضی خاں کی یہ تصحیح حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے اس قول پر مبنی ہے، جو نبیذِ تمر کو حلال مانتے ہیں؛ حالاں کہ اوپر گزر چکا ہے مفتیٰ بہ قول امام محمدؒ کا ہے اس کے بعد علامہ شامیؒ نے ''قدوری'' کی شرح ''الجوهرة النيرة'' کی یہ توضیح ''النهر الفائق'' کے حوالہ سے نقل کر دی ہے کہ حضرات شیخینؒ اور امام محمدؒ کے درمیان یہ اختلاف اسی صورت میں ہے جب کہ ''نبیذ'' دوا کے طور پر پی گئی ہو، اور نشہ ہو گیا ہو۔ اگر نبیذ تمر محض لہو وطرب میں پی گئی ہو اور نشہ میں طلاق دیدی ہو تو یہ طلاق بالاجماع واقع ہو جائے گی۔ (شامی: صفحہ ۲۳۹، جلد ۳، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت)

ظاہر ہے کہ اسلامک فقہ اکیڈمی سے قربت رکھنے والا طبقہ جس کے لیے یہ رعایت فراہم کی گئی ہے اس کی نشہ بازی تفریحی ہوتی ہے:

ع ایک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے

(۲) دوسرے نمبر پر شیخ برہان الدین ابوالحسن علی المرغینانیؒ (وفات ۵۹۳ھ) کی ''ہدایہ'' اور اس کے محقق شارح شیخ ابن ہمامؒ (متوفیٰ ۶۸۱ھ) کی بیان کردہ تحقیقات و تشریحات ملاحظہ ہوں، ہدایہ کی عبارت یہ ہے:

''وطلاق السكران واقعٌ، واختيار الكرخي علیہ الرحمۃ والطحاوی علیہ الرحمۃ أنه لايقع لان صحةَ القصد بالعقل وهو زائل العقل، فصار كزواله بالبخ والدواء ولنا أنه زال بسببٍ وهو معصيةٌ فجعل باقياً حكماً، زجراً لهٗ''۔

ترجمہ: سکران کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اور کرخیؒ وطحاویؒ کا قول یہ ہے کہ واقع نہیں ہوتی (اور یہ امام شافعیؒ کا بھی ایک قول ہے)۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ چوں کہ ارادہ اور قصد اسی وقت صحیح ہوتا ہے جب عقل بھی ساتھ ہو۔ اور یہ شخص اس وقت بے عقل ہے تو ایسا ہی ہے

جیسے بھنگ یا اور کسی دوا سے عقل جاتی رہتی ہے تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اور ہمارے جمہور فقہاءؒ کا کہنا یہ ہے کہ یہاں اس کی عقل کا زوال ایک معصیت کے ارتکاب کی وجہ سے ہوا ہے (کہ حرام شراب پی کر اپنے قصد وارادہ سے خود ہی عقل زائل کی ہے؛ لہٰذا شریعت نے اس کی عقل کو) زجراً وتنبیہاً باقی مانتے ہوئے'' (اس کی طلاق کو معتبر اور واقع قرار دیا ہے)۔

ہدایہ کی اسی عبارت کے تحت شیخ ابن ہمام علیہ الرحمہ نے بہت تفصیل سے اختلاف اور دلائل اختلاف ذکر کر کے ہر دلیل کا جواب دیا ہے اور آخر میں یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ ''حاصل بحث یہ ہے کہ نشہ اگر کسی مباح سبب سے ہوا ہے، مثلاً کسی شخص کو شراب خمر یا دوسری چار حرام شرابوں میں سے کوئی شراب زبردستی جبراً پلا دی گئی اور نشہ ہو گیا تو اس صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی؛ لیکن اگر کوئی شخص اپنے قصد وارادہ سے کسی قسم کی حرام شراب پیتا ہے اور حالت نشہ میں طلاق دے دیتا ہے تو اس کے ارتکابِ معصیت کی وجہ سے مستحقِ سزا ٹھہرے گا اور اس کی طلاق کو معتبر اور واقع کہا جائے گا''۔ صاحب فتح القدیر شیخ ابن ہمامؒ نے اسی سلسلہ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ''اگر کسی شخص نے دوسری چیزوں سے یا شہد سے بنائی ہوئی شراب پی لی اور نشہ ہو گیا پھر حالتِ نشہ میں اس نے طلاق دے دی تو یہ طلاق حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واقع نہیں ہوگی، امام محمدؒ کو اس سے اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک طلاق واقع ہو جائے گی اور فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے؛ کیوں کہ ان کے نزدیک ہر طرح کی نشہ آور چیز سے نشہ حرام ہے۔ اور نشہ باز مرتکب حرام ہونے کی وجہ سے مستحقِ سزا ہے''۔ (کسی قسم کی رعایت وانعام کا اسے مستحق نہیں ٹھہرایا جا سکتا!) علامہ ابن ہمامؒ نے یہاں حضرات شیخینؒ اور امام محمدؒ کا اختلاف ذکر کرنے کے بعد صاف صاف یہ کہہ دیا ہے کہ ''فتویٰ امام محمدؒ ہی کے قول پر ہے''۔ اس کی وجہ یہاں

بیان نہیں کی ہے کہ وجہ بہت ظاہر اور کھلی ہوئی تھی جسے مولانا افضال الحق صاحب جوہرؔ قاسمی نے بھی اپنے مضمون میں لکھ دیا تھا، جو اوپر گزر چکا ہے۔

(۳) آخر میں ہم فقہ حنفی کی مستند معروف ومشہور کتاب ''بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع'' (ملک العلماء امام الدین الکاسانیؒ: المتوفیٰ ۵۸۷ھ) کے حوالے سے کچھ عبارات نقل کرکے یہ بحث ختم کرتے ہیں، صاحبِ بدائع فرماتے ہیں:

''أمّا السكران إذا طلق إمرأته، فإن كان سكره بسبب محظور، بأن شرب الخمر أو النبيذ طوعاً حتىٰ سكر، وزال عقله، فطلاقه واقعٌ عند عامة العلماء وعامة الصحابة وعن عثمان أنه لا يقع طلاقه، وبهٖ أخذ الطحاوي والكرخي، وهو أحد قولي الشافعي۔ (بدائع الصنائع: صفحہ ۱۵۸، جلد ۳)

ترجمہ: ''سکران ونشہ باز نے جب اپنی بی بی کو طلاق دے دی تو اگر اس کا نشہ کسی حرام وممنوع چیز کی وجہ سے ہوا ہے جیسے اس نے شراب ہی پی لی تھی یا نبیذ پی لی تھی اور ہنسی خوشی اپنے قصد وارادہ سے پی تھی (کوئی جبر واکراہ نہ تھا) جس کی وجہ سے نشہ ہو گیا تھا تو عام علماؒ اور عام صحابہؓ کے نزدیک اس کی طلاق واقع ہو جائے گی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی طلاق واقع نہ ہوگی۔ ان کے اسی قول کو امام طحاویؒ اور امام کرخیؒ نے بھی لیا ہے اور امام شافعیؒ کے دو قولوں میں سے ایک قول یہ ہے'' (مگر دوسرا قول جمہور کے ساتھ وقوع طلاق کا ہے)۔

اس کے بعد علامہ کاسانیؒ نے اس اختلاف سے متعلق فریقین کا استدلال نقل کیا ہے، جس کا حاصل ہم اردو میں نقل کر رہے ہیں:

امام طحاویؒ وکرخیؒ اور ایک قول کے مطابق امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ سکران کی

عقل کام نہیں کر رہی ہے اور انسان میں تکلیفِ احکام کی اہلیت کے لیے عقل کا ہونا شرط ہے؛ چناں چہ مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی، اسی طرح نابالغ بچہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اسی طرح اس شخص کی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی جس کی عقل بھنگ یا کسی دوا پینے کی وجہ سے چلی گئی ہو، اسی طرح یہی حکم سکران کی طلاق کا بھی ہونا چاہیے۔ ان لوگوں کی دلیل یہ بھی ہے کہ سکران اگر (نعوذ باللہ) مرتد ہو جائے تو اس کا مرتد ہونا صحیح نہیں مانا گیا ہے؛ لہٰذا اس کی طلاق کا تکلم بھی نا قابل اعتبار ہونا چاہیے۔

اس کے بعد ملک العلماؒ نے اپنے مسلک جمہور پر استدلال اس طرح فرمایا ہے کہ ہمارے پاس اپنے مسلک کی تائید میں صرف عقلی دلیل نہیں ہے؛ بل کہ قرآن وحدیث کی دلیلیں بھی ہیں۔ قرآن مجید کی دلیل یہ آیت قرآنی ہے ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ'' إلیٰ قولہٖ تعالیٰ ''حَتّیٰ تَنْکِحَ زَوْجاً غَیْرَہٗ''۔ جو طلاق سکران کو بھی حکم طلاق میں شامل کر رہی ہے؛ کیوں کہ اس میں طلاق کو مطلق ذکر کیا گیا ہے، عاقل و سکران میں کوئی تفریق نہیں کی گئی ہے۔
(بدائع الصنائع: صفحہ ۱۵۹، جلد سوم)

اسی طرح حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی حدیث ہے، آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''کُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ إلاّ طَلَاقُ الصَّبِيّ وَ الْمَعْتُوہِ''

(محشیٔ بدائع نے صفحہ ۱۵۰، جلد ۳/ پر اس حدیث کی تخریج بھی ان الفاظ میں کردی ہے: خرّجہ الترمذي في جامعہٖ، و قال: ''والعمل علی ھذا عند أھل العلم من أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم'')

فاضل محشی نے صفحہ ۱۵۰/ جلد سوم پر اثنائے تخریج امام ترمذیؒ کا کلام بھی نقل کیا ہے، ممکن ہے بعض نکتہ چیں اس کی وجہ سے حدیث کو ''ضعیف'' کہہ کر نا قابلِ احتجاج قرار

دے دیں۔ ایسے نکتہ چینیوں کو نظر میں رکھتے ہوئے پیشگی جواب کے طور پر یہ کہہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ امام ترمذیؒ نے اپنے کلام کے ساتھ ہی ساتھ ”**والعمل علی هٰذا عند أهل العلم من أصحاب النبي صلی اللہ علیه وسلم**“ کہہ کر حضرات صحابہؓ کا عام تعامل اسی کے مطابق بتا کر اسے عملی طور پر متواتر بھی کہہ دیا ہے!۔

بہ ہر حال چوں کہ اس حدیث میں ”**کل طلاق جائز**“ سے استثنا صرف دو ہی کا کیا گیا ہے؛ اس لیے صرف طلاق صبی اور طلاق معتوہ ہی کا استثنا صحیح ہوگا، طلاق سکران کا اضافہ درست نہ ہوگا۔ اور ہمیں معاملہ کے اِس پہلو کو بھی بطورِ خاص نظر میں رکھنا ہوگا کہ سکران نے تو اپنے آپ جانتے بوجھتے اپنی عقل کھوئی ہے اور وہ بھی ایک محظورِ شرعی اور حرام چیز کا استعمال کر کے کھوئی ہے؛ لہٰذا شریعت نے زجراً تنبیہ کے طور پر اُسے زائل العقل مانا ہی نہیں ہے، شریعت کی نظر میں اُس کی عقل باقی ہے؛ اس لیے اُس کی طلاق واقع قرار دی جائے گی، یہی وجہ ہے کہ اگر یہ سکران کسی مسلمان پر زنا کی تہمت لگا دیتا ہے یا نشہ کی حالت میں کسی کو قتل کر دیتا ہے تو احکام شرعیہ اُس پر جاری ہوں گے، اُسے حدّ قذف بھی لگائی جائے گی، اور قصاص میں قتل بھی کیا جائے گا، جب کہ واقعہ یہ بھی ہے کہ حدّ قذف اور قصاص کا حکم کسی غیر عاقل پر جاری نہیں ہوتا، اس سے ہمارے اِس دعوے کا ثبوت مل جاتا ہے کہ شریعت نے سکران کو عاقل ہی مان کر اس کی طلاق کو واقع قرار دیا ہے اور یہ کوئی خلاف واقعہ اور بے بنیاد نہیں ہے۔ کبھی کبھی عقل زائل کو باقی مانتے ہوئے شرعی احکام جاری ہوتے ہیں اور ایسا اس وقت ہوتا ہے جب عقل کا زوال کسی معصیت کے سبب سے ہوا ہو اور ایسا صرف زجر و تنبیہ کو نظر میں رکھتے ہوئے کیا جاتا ہے۔ اس کی یہ مثال دیکھیے کہ اگر کوئی وارث اپنے مورث کو قتل کر دے تو وارث کو میراث سے محروم کر دیا جاتا ہے یعنی وارث کے حق میں

گویا مورث کی موت ہی نہیں ہوئی ہے اور مورث کو زندہ مان لیا گیا ہے۔ یہ قابل غور بات ہے کہ ایک مجرم کو سزا کا مستحق ٹھہرانے کے لیے زائل العقل کو عاقل اور بے جان، بے روح کو زندہ مان لیا گیا ہے۔

حالت سکر میں دی ہوئی طلاق کو منکرین طلاق نے اُس طلاق پر قیاس کیا تھا جو بھنگ یا کسی دوا کے پینے پر نشہ ہو جانے کی حالت میں دی گئی ہو کہ شریعت نے ایسی طلاق کو غیر واقع قرار دیا ہے۔ صاحبِ بدائع نے اس بات کا جواب یہ دیا ہے کہ بھنگ اور دوا کے ذریعہ جو نشہ ہوا ہے وہ کسی معصیت پر مبنی نہیں ہے؛ لہٰذا اُس کی زجر وتنبیہ کے لیے اسے کوئی شرعی سزا بھی نہ دی جائے گی۔ اس کی وجہ سے ایسی طلاق واقع نہ ہوگی۔

(عبارات بدائع الصنائع کا خلاصہ: صفحہ ۱۵۹ / جلد سوم)

امید ہے کہ ہمارے عزیز گرامی قدر ڈاکٹر پروفیسر صاحب سلمہٗ (جو اگر چہ فاضل دارالعلوم، قاسمی بھی ہیں؛ لیکن وہ ڈاکٹر ہو کر مریض ہی رہنا چاہتے ہیں) اس تفصیل سے مطمئن ہو جائیں گے؛ چوں کہ طلاق سکران کا شوشہ وفتنہ الامام الخامس الہندی کی اسلامک فقہ اکیڈمی کی اجتہادی سرگرمیوں ہی کی وجہ سے موضوعِ بحث بن گیا ہے؛ اس لیے اس موقع پر اسلامک فقہ اکیڈمی کا سخن گسترانہ تبصرہ کسی طرح ''خلطِ مبحث'' اور دؤ راز کار کا مصداق نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔

اس مضمون میں ''ردالمحتار'' حاشیہ ''درّ مختار'' اور ''فتح القدیر'' شرح ''ہدایہ'' نیز ''بدائع الصنائع'' کے حوالے سے طلاق سکران کے موضوعِ بحث کی جو تفصیلات پیش کی گئی ہیں وہ اِس قدر معقول و مدلل ہیں کہ ہر منصف مزاج، دین دار انھیں پڑھ کر نہ صرف مطمئن ہی ہو جائے گا؛ بل کہ اُسے اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی اِس قسم کی سرگرمیاں بھی مشکوک و

مشتبہ محسوس ہوں گی اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوگا کہ اسلامک فقہ اکیڈمی کے امام ومجتہد مطلق نے طلاق سکران کے واقع نہ ہونے کا جو فیصلہ کیا ہے کوئی نہ کوئی معشوق پردۂ زنگاری میں ضرور چھپا ہوا ہے جس کی شراب نوشی کی لَت اور اس لَت کے نتیجہ میں طلاق کی صورتیں بھی نکلتی رہتی ہیں، ایسے معشوق کی مشکل حل کرنے کے لیے اسلامک فقہ اکیڈمی کے ذمہ داروں نے (اہلِ ثَرْوَت) اپنے اولیائے نعمت کے ساتھ یہ احسان کیا ہے، اور ان اولیائے نعمت نے بھی مطلق احسان فراموشی نہیں کی ہے، انھوں نے بھی مختلف قسم کے ایوارڈوں سے اِن مجتہدین کی جھولیاں بھر دی ہیں، اور آیندہ بھی بھرتے رہیں گے۔

آخر میں کچھ اور شیریں، سچی باتیں جو ممکن ہیں بعض اہل مرض کو کڑوی لگیں؛ کیوں کہ حق کڑوا نہیں ہوتا؛ بل کہ کسی مرض کی وجہ سے کسی کسی کو کڑوا لگتا ہے!۔

اوپر کی تفصیلات میں اصل مسئلہ کی تحقیق کے ساتھ ساتھ مسئلہ سازوں کی ساز باز کا بھی بہت کچھ ذکر آ گیا ہے؛ اس لیے کوئی ایسا شخص جو مدارِس اور دارالافتا کے ماحول سے دور رہتا ہے وہ یہ سمجھنے سے ضرور قاصر رہے گا کہ اگر اسلامک فقہ اکیڈمی کے امام ومجتہدین مطلق کی یہ سرگرمیاں ایسی غلط تھیں جیسی اِس زیرِ نظر تحریر میں ظاہر کی گئی ہیں تو ملک کے دوسرے اہل مدارِس واہل افتا اس پر خاموش کیوں ہیں؟

اس ضروری واہم سوال کا جواب ایسا نہیں ہے جو دیا نہ جاسکتا ہو؛ لیکن جواب دینے والا عام طور پر موردِ ملامت ٹھہرے گا؛ اس لیے آسانی سے کوئی بھی شخص ہدف ملامت کیوں بنے؟

آج کل عام طور پر اہل مدارِس اور دینی قیادت کے ذمے داروں کی عام حکمت عملی یہ ہے کہ وہ سب سے زیادہ اس کا لحاظ رکھتے ہیں کہ ان کی طرف سے کوئی ایسا رویہ

لوگوں کے سامنے نہ آئے جس سے مدرسہ کا چندہ یا اُن کے ذاتی مفادات متاثر ہوں، جن مدارِس میں دنیا دار، یا انگریزیت سے متاثر طبقہ یا خالص تجارتی ذہنیت کے لوگ دخیل ہوگئے ہیں اُن مدارِس کو خالص دینی تقاضوں کے مطابق چلانا مشکل ہو چکا ہے!

دارالعلوم دیوبند جس کے فارغین کی ''قاسمی برادری'' پورے ملک میں ایک بڑی تعداد میں پائی جاتی ہے؛ مگر ظاہر ہے کہ اِس بھیڑ بھاڑ میں سب ہی صحیح الخیال اور صحیح الفکر تو نہیں ہیں، بہت سے قاسمی ایسے بھی مل جائیں گے جن سے کئی درجہ بہتر کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بڑی آسانی سے مل جاتے ہیں۔

احقر نے متعدد حضرات سے سوال کیا کہ ''قاسمی نسبت کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ حضرت مولانا نانوتویؒ اور حضرت مولانا گنگوہیؒ کی علمی و دینی فکر کیا تھی؟'' مگر کوئی صاحب بھی اس سوال کا جواب دینے کے لیے تیار نہیں ہیں؛ کیوں کہ اس سوال کے پیچھے جو منشائے سوال چُھپا ہوا ہے وہ اسے اچھی طرح سمجھتے ہیں، اور یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اس سوال کا جواب آسان نہیں ہے؛ اس لیے سوال کرنے والے کو جاہل سمجھ کر خاموش رہنا ہی بہتر سمجھتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس قاسمی برادری میں مولانا مجاہدالاسلام قاسمی اپنی سوجھ بوجھ اور پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کی جو صلاحیت رکھتے تھے اس کی وجہ سے وہ بجا طور پر ممتاز ونمایاں حیثیت رکھتے تھے؛ مگر افسوس! کہ وہ ایسے افراد..... کے آلہ کار بن گئے جنھوں نے انھیں اپنے مقاصد اور اپنے مسائل کے حل کے لیے بہت ہی غلط طور پر اور بیجا استعمال کرلیا، اس بات کو حضرات علمائے دارالعلوم ومظاہرعلوم اور دوسرے بہت سے علما اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں؛ لیکن بلّی کی گردن میں گھنٹی باندھنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے اور ہمیں گمراہی اور گمراہوں کا آلہ کار بننے سے محفوظ رکھے۔

مسئلہ طلاق ثلاثہ اور طلاق سکران (نشہ باز کی طلاق) کے یہ مسائل متقدمین و متاخرین فقہا رحمہم اللہ تعالیٰ کے تمام اَدوار میں جملہ جمہور فقہائے اہل سنت و جماعت کے نزدیک موضوعِ بحث اور اختلافی نہیں بن سکے تھے؛ مگر ان مسائل کو آج اسلامک فقہ اکیڈمی کے مجتہدین کے اس طبقہ نے بہ یک جنبش قلم رد کردیا ہے، جو علامہ ابن کمال پاشاؒ کی تقسیم و درجہ بندی میں الویل اور کل الویل کہہ کر قابل ذکر ہی نہ سمجھا جاسکا تھا، اور ہمارے علما واہل افتاء ہیں جو اس طرح الٹی گنگا بہتی دیکھ کر بھی صرف خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر فتنہ وگمراہی سے محفوظ رکھے۔ آمین

اللّهم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه، وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه!

وآخر دعوانا أن الحمدلله رب العٰلمين!

عبدالقدوس رومیؔ غفرلہٗ

۲۱ر ربیع اول ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۱ر مئی ۲۰۰۴ء

وقت کا تقاضا ہے!

اس وقت معاشرے میں تین طلاق ایک ساتھ دینے میں جو عام ابتلاء ہے کہ سنجیدہ، غیر سنجیدہ، خواندہ، ناخواندہ ہر طبقہ کے افراد اس کا شکار ہیں؛ حتیٰ کہ وکلاء کے ذریعہ یا کسی خاندانی پنچایت میں جو طلاق نامے سوچ سمجھ کر لکھے جاتے ہیں وہ بھی بالعموم تین طلاق پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ایسے حالات میں لوگوں کو طلاق کے مسائل سے واقف کرانے اور یہ بتلانے کی ضرورت ہے کہ طلاق شرعاً ایک ناپسندیدہ عمل ہے، صرف ضرورت کے وقت اس کی گنجائش دی گئی ہے اور شریعت نے اس کا طریقہ بھی بتلایا ہے کہ صرف ایک طلاق پر اکتفا کیا جائے وہ بھی جب بیوی پاکی کی حالت میں ہو، ایک ساتھ ایک سے زائد طلاق دینا ناجائز اور گناہ ہے اور بیک وقت تین طلاق دینا تو سخت ترین گناہ؛ نیز اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی کا موجب ہے؛ لہٰذا طلاق کا اقدام خوب سوچ سمجھ کر کیا جائے؛ نیز تین طلاق سے مکمل پرہیز کیا جائے اور غیر مشروع اوقات میں ہرگز طلاق نہ دی جائے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ طلاق سے متعلق تفصیلات عام کی جائیں؛ کیوں کہ اس کی تفصیلات نہ جاننے کی وجہ سے اس وقت گھر کے گھر اجڑ رہے ہیں اور بے شمار خرابیاں معاشرہ میں پیدا ہو رہی ہیں، قرآنی تعلیمات اور احادیث کی روشنی میں طلاق کا عمل جس قدر سنجیدگی اور ہوشمندی کا متقاضی ہے اس کے برخلاف عجلت پسندی اور جذباتیت کے نتیجہ میں یہ حرکت غیر سنجیدہ نظر آتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!

کتبہ الاحقر زین الاسلام قاسمی الہ آبادی
مفتی دار العلوم دیوبند/ ۱۷/۱/۱۴۳۸ھ

(ماخوذ: تین طلاق پر دار العلوم دیوبند کے دو فتوے: صفحہ ۵۴)

یہ حقیقت بھی ملحوظ رہنی چاہیے!

آپ کو یہ حقیقت ملحوظ رکھنی ہوگی کہ مسلم پرسنل لا بورڈ بھی اگر اپنے بنیادی مقصد سے ہٹ کر قانون میں تبدیلی کی راہ کسی وجہ سے اپنانا چاہتا ہے تو مسلم پرسنل لا کے ارکان کے علاوہ دوسرے علمائے دین کے زیرِ اثر عام مسلمانوں کا بڑا طبقہ اُن سے بھی منحرف ہو جائے گا۔ جناب کے علم میں شاید یہ حقیقت نہ ہوگی کہ ہندوستان میں علمائے اسلام اور اہل سنت و جماعت کے معتبر اور فقہ حنفی کے مستند واقفین کی مجموعی تعداد سیکڑوں نہیں ہزاروں ہوگی، اس مجموعی تعداد کا بہت ہی محدود طبقہ مسلم پرسنل لا بورڈ میں شامل ہے، اس تعداد سے کئی چند بڑھی ہوئی تعداد اُن علما کی ہے جو گمنامی اور خاموشی کے ساتھ مدرسوں میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں، یہ حضرات دربارِ سرکار سے علیحدہ رہنے میں ہی عافیت محسوس کرتے ہیں، ایسی صورت میں یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ آپ کے اس منصوبے کا نتیجہ آپ کے حسب منشا شاید ہی نکل سکے؛ کیوں کہ پہلے تو یہی بات یقینی نہیں ہے کہ آپ حضرات مسلم پرسنل لا بورڈ کے ذریعہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں، اور بالفرض اگر کسی ترکیب و تدبیر کے نتیجہ میں مسلم پرسنل لا بورڈ خدانخواستہ ایسا کوئی فیصلہ کر بھی دیتا ہے تو بورڈ سے غیر متعلق علمائے دین و مفتیان شرع متین کی بہت بڑی تعداد اور ان کے زیرِ اثر مسلمانوں کا جم غفیر شریعت اسلامیہ کے طے شدہ احکام سے کسی قیمت پر بھی دست بردار نہ ہو سکے گا۔ (حضرت ترجمان حق علیہ رحمہ)

Published By:

MAJLIS-E-TARJAMAN-E-HAQ

18\14,Miya'n Nazeer Marg, Tajganj, Agra,282001 (UP).